جامعہ مظاہر علوم کا ترجمان

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور

نگران

حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب مدظلہ امین عام جامعہ ہذا

صفر ۱۴۴۱ھ
اکتوبر ۲۰۱۹ء

جلد ۲۵
شمارہ ۷

مدیر مسئول

حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب مدظلہ ناظم جامعہ ہذا

مدیر تحریر

مولانا عبداللہ خالد قاسمی خیر آبادی

زر تعاون

فی شمارہ ——— ۱۵/روپے
سالانہ زر تعاون ——— ۱۵۰/روپے
بیرون ملک سالانہ ——— ۲۵ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

MAZAHIR ULOOM MONTHLY MAGAZINE
SAHARANPUR 247001(U.P.) INDIA
Ph: 0132-2655542
Email-jamiamazahir@gmail.com

اس شمارے میں

◯ دائرہ کا سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ کے لیے رقم ارسال فرمائیں۔

☆ شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ جواب طلب امور کے لیے لفافہ اور خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

☆ ماہنامہ، انگریزی ماہ کی ۲/ تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ ۱۰/ تاریخ تک موصول نہ ہونے پر مطلع فرمائیں۔

اداریہ

نوائے سحر

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

حضرت ابوذر غفاریؓ نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی نصیحت فرمائیے، آپ نے فرمایا، میں تمہیں تقوی یعنی اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں، کیوں کہ تقوی تمہارے تمام (دینی ودنیاوی) امور واعمال کو بہت زیادہ زینت وآراستگی بخشنے والا ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے کچھ اور نصیحت فرمائیے، آپ نے فرمایا، تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کو اپنے لیے ضروری سمجھو، کیوں کہ یہ تمہارے لیے آسمان میں ذکر اور زمین میں نور کا سبب ہوگا، پھر انھوں نے عرض کیا کہ کچھ اور نصیحت فرمائیے، آپ نے فرمایا، طویل خاموشی کو اپنے اوپر لازم کرلو، کیوں کہ خاموشی شیطان کو دور بھگاتی اور دینی امور میں تمہاری مددگار ہوتی ہے۔ مزید نصیحت کی طلب پر آپ نے فرمایا: بہت زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو، کیوں کہ یہ دل کو مردہ کردیتا ہے اور چہرے کے نور کو کھو دیتا ہے۔ اور نصیحت فرمانے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے فرمایا سچ بات کہو، اگرچہ وہ کڑوی ہو۔ حضرت ابوذرؓ کی مزید طلب پر آپ نے فرمایا خدا کے دین اور خدا کے پیغام کو ظاہر کرنے اور اس کی تائید وتقویت میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ مجھے کچھ اور نصیحت فرمائیے، آپ نے فرمایا، چاہیے کہ وہ چیز تمہیں لوگوں کے عیب (ظاہر کرنے) سے روکے جس کو تم اپنے نفس کے بارے میں جانتے ہو (یعنی، تمہیں کسی کی عیب گوئی کا خیال آئے تو فوراً اپنے عیوب کی طرف دیکھو اور سوچو کہ خود میری ذات میں اتنے عیب ہیں تو میں دوسرے کی عیب گیری کیا کروں گا، تم خود

اپنے عیوب ونقائص کی طرف متوجہ رہو، اور دوسروں کی عیب گوئی سے اجتناب کرو۔)۔“

صحابۂ کرام کی مقدس جماعت امت اسلامیہ کے لئے اللہ کی طرف سے یقیناً ایک بڑی نعمت ہے، حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین زندگی کے مختلف مراحل میں امت کی مشکلات کا حل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کر کے پیش کر دیا ہے، امت مسلمہ پر ان قدسی صفات حضرات کا احسان عظیم ہے

حضرت ابوذر غفاریؓ سے منقول مذکورہ بالا حدیث میں بھی اس وقت کے حالات میں مسلمانوں کے لئے بڑا اسوہ ہے جس کی روشنی میں راہ عمل متعین کر کے زمانے کی مشکلات اور الجھنوں سے بچ کر احکامات اسلام کی مکمل پاسداری کی جاسکتی ہے

حضرت ابوذرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نصیحت کی درخواست کی ہے تو آپ نے سب سے پہلے تقوی اختیار کرنے کو فرمایا ہے، یعنی آدمی اپنے ہر قول وفعل میں حکم الٰہی کو پیش نظر رکھے اور اس کی تعمیل کرے، تقوی کا یہی حاصل ہے، اسی طرح ذکر اللہ اور تلاوت قرآن کی تاکید، فضول گوئی سے اجتناب، سچ بولنے کا التزام، دوسروں کی عیب گیری سے پرہیز اور اپنے عیوب پر نظر یہ پانچ باتیں اللہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمائی ہیں اگر ان پر عمل کیا جائے اور ان پانچوں باتوں کو حرز جان بنالیا جائے تو مشکلات ومصائب کا سلسلہ خود بخود رک جائے گا، زندگی میں سکون ہی سکون ہوگا ع

جب سر میں ہوائے طاعت تھی، سر سبز شجر امید کا تھا

طاعت و انقیاد کی خوشگوار ہواؤں میں مراحلِ حیات طے کئے جائیں، ان شاء اللہ امیدوں کا شجر سدا بہار ہوگا۔

کہا جارہا ہے کہ زمانہ بہت ترقی کر گیا ہے، شوشل میڈیا، انٹرنیٹ اور موبائل فون کے ذریعہ مہینوں کے کام دنوں میں نمٹائے جارہے ہیں، کہنے والے سچ کہہ رہے ہیں زمانہ

یقیناً ترقی کر گیا ہے، لیکن

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقّی سے مگر
لبِ خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
گھر میں پرویز کے شیریں تو ہوئی جلوہ نُما
لے کے آئی ہے مگر تیشۂ فرہاد بھی ساتھ

شوشل میڈیا کے کاندھے پر سوار ہو کر ترقی کے نام پر موبائل اور انٹرنیٹ نے فحاشی و عریانیت کا ایک بازار بھی گرم کر رکھا ہے، معاشرہ ناگفتہ بہ حالات سے دو چار ہے، ''تہذیب وثقافت'' کی ترویج واشاعت کے لیے اور اسے رواج دینے کے لیے سیٹیلائٹ اور جدید مواصلاتی ٹکنیک کے تحت 'انٹرنیٹ' موبائل فون وغیرہ جیسے ذرائع کا استعمال کیا جاتا ہے جو عام لوگوں تک جلد پہنچانے کے آسان ذرائع ہیں، پھر ادب وثقافت کے نام پر اخبارات رسائل اور جرائد میں مخرب اخلاق، عریاں اور فحش تصاویر کی بھر مار اس تہذیب و ثقافت کو تمام گھروں سے لے کر دفتروں، دکانوں اور کارخانوں تک کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہیں، اس طرح کہ کوئی بھی نظر ان سے بچ کر نہیں رہ سکتی۔ دنیا کی دوسری قوموں کے شانہ بشانہ مسلمان بھی ان میں رچے بسے اور گھلے ملے ہوتے ہیں، دوسری قوموں اور مسلمانوں میں کوئی فرق وامتیاز باقی نہیں ہے، بلکہ مسلم ملکوں میں یہ وبائیں بہت سارے دوسرے ملکوں کے مقابلے میں زیادہ تیز رفتاری سے پھیلتی جا رہی ہے۔

ایسے میں ماحول اور معاشرہ کو کس انداز سے بچایا جائے اس پر غور وفکر تو کیا جا رہا ہے لیکن اصل جو چیز عامل اور محرک ہے اس پر نظر نہیں جاتی اس کا صرف اور صرف حل یہی ہے کہ ان جیسے منکرات کا استعمال ایک محدود دائرے میں ہی رکھا جائے، اور اسلامی تعلیم **یغضوا من ابصارھم** یعنی جب تم کسی فحش اور منکر چیز کو دیکھو تو نگاہوں کو نیچی کر لیا کرو، اس

کی تعلیم اپنے گھر گھرانے اور اولاد کو دیں، تعیّشات اور سامان عیش وراحت جو خدا سے غافل کریں ان کو ہاتھ تک نہ لگائیں، ماحول اور معاشرہ کے ذمہ دار حضرات اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں اور فرمان نبوی الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ پیش نگاہ ہو، یعنی ماحول اور معاشرے کا ہر بڑا فرد اپنے ماتحت کا ذمہ دار ہے اس ماتحت کی بے راہ روی کے بارے میں اسی ذمہ دار سے باز پرس ہوگی، اگر بچے مخرب اخلاق امور کے رسیا ہیں اور انہیں ان کی طرف شوق ورغبت ہے تو یقینا یہ ان کے بڑوں کی کمی اور احساس ذمہ داری کا فقدان ہے۔

شریعت اسلامیہ کی تعلیم ان جیسے منکرات کے بارے میں یہی ہے کہ ان کی طرف نگاہ غلط انداز بھی نہ ڈالی جائے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ماحول اور معاشرہ کو صالح بنایا جائے اور ان اسباب ومحرکات کا پوری ایمانی قوت کے ساتھ بائیکاٹ کیا جائے جو سماج اور معاشرہ میں گندگی پھیلا کر جرائم کو پنپنے کا موقع فراہم کرتے ہیں، موبائل فون آج کی زندگی کی ایک ضرورت بن چکا ہے، لیکن اس کا استعمال بقدر ضرورت جائز حدود میں رہ کر ہی کیا جائے، تاکہ معاشرہ کی صالح اقدار برقرار رہیں اور کہیں سے کوئی بگاڑ اور معاشرے کی صالحیت میں کوئی فرق نہ آئے۔

اللہ کے رسول فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے وقت سماج اور معاشرہ میں کتنی برائیاں عام اور رائج تھیں اور وہ یقیناً سماج و معاشرہ کے لیے ضرورت سمجھی جاتی تھیں مثلاً شراب، اور جوا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حلت وحرمت پر مباحثہ اور مناقشہ کے بجائے کتنی حکمت عملی سے اس پر قدغن لگائی وہ تاریخ وسیرت کا ایک حصہ ہے اور ہمارے لیے اسوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

درسِ قرآن

ایک درسِ عبرت

مولانا محمد ساجد حسن استاذ حدیث وتفسیر مظاہر علوم سہارنپور

واضرب لھم مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلنہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض فاصبح ھشیما تذروہ الریح ؕ وکان اللہ علی کل شیء مقتدراً (کھف :۴۵)

آپ ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی حالت بیان فرمائیے کہ وہ ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ گھاس گنجان ہو کر نکلی، پھر آخر کار وہ چورا چورا ہو جاتی ہے جسے ہوائیں اڑائے لیے پھرتی ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح وتوضیح:

دقیق اور معقول بات اگر سمجھ میں نہ آرہی ہو تو سمجھانے کے لیے آدمی کو مثال کا سہارا بھی لینا پڑتا ہے۔مثال سے بات بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے فصیح وبلیغ کلام میں متعدد مثالیں بیان فرما کر مضمون کو نہایت اہتمام سے سمجھایا ہے۔

دنیا اور اس کا ساز وسامان ختم ہونے والا ہے، آخرت اور اس کا ساز وسامان ہمیشہ ہمیش باقی رہنے والا ہے۔

اس اہم مضمون کو ذہن نشین کرانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے پانی کھیتی کی مثال دی ہے ،اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی بارش عطا فرماتے ہیں، خشک اور مردہ زمین پر تروتازہ گھاس اگ آتی ہے، کھیتی پیدا ہوتی ہے شروع شروع میں وہ سبزہ نہایت نرم ونازک ہوتا ہے، کیڑے مکوڑے، چڑیوں اور پرندوں سے بھی حفاظت کرنی ہوتی ہے، کچھ زمانے کے بعد کھیتی اور سبزہ پروان چڑھتا ہے اور جوان ہوتا ہے، کھیت ہریالی کی وجہ سے لہلہا اٹھتے ہیں، کھیتی کی یہ سیاہی مائل ہریالی

دیکھ کر کاشتکار باغ باغ ہوجاتا ہے(**اعجب الکفار نباته**) اللہ کے بنائے ہوئے قانون کے تحت آہستہ آہستہ کھیتی کی یہ ہریالی زردی میں تبدیل ہوجاتی ہے، پھر یہ کھیتی خشک ہوجاتی ہے اور کاشتکار اپنی سہولت کے اعتبار سے اس کھیتی کو کاٹ لیتا ہے، کھیتی بُھس چوکر کی صورت میں حیوانات کی غذا بن کر اس طرح ناپید ہوجاتی ہے کہ کوئی اس کا نام ونشان بھی نہیں جانتا کہ کون سا دانہ کس انسان اور بُھس کا کون سا تنکا کس جانور کی غذا بن کر کس طرح ناپید ہوا۔

زمین سے اُگے ہوئے گھاس اور دوب (دو بڑے) کا بھی یہی حال ہوتا ہے، ہریالی خشک ہوکر چورا چورا ہوجاتی ہے اور ہواؤں کے جھونکے اس کو کہاں سے کہاں لے جا کر پھینک دیتے ہیں اس کو کوئی نہیں جانتا۔

اشرف المخلوقات انسان کا حال بھی اس سے کچھ مختلف نہیں، بچپن میں کھیتی کی طرح نحیف ونزار، نہایت نرم و نازک ہوتا ہے، پھر پروان چڑھتا ہے، جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے، والدین اس کے چہرے کی سرخی دیکھ کر خوش ہوتے ہیں، جوانی کے بعد تکوینی طور پر بڑھاپے تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے رخساروں کی سرخی زردی میں تبدیل ہوجاتی ہے اور پھر موت اس کا اور اس کی تمام آرزؤں کا خاتمہ کردیتی ہے، کچھ دن تک تو قبر کا پتہ رہتا ہے، بعد میں اس کا بھی نام ونشان مٹ جاتا ہے۔

نصف صدی کے بعد تو شاید باید ہی کسی کا نشان باقی رہتا ہو ورنہ سب ختم۔

یہ ہے زندگی کی حقیقت، انسان کا یہ جسم و جثہ بھی اللہ تعالیٰ نے اس انداز سے بنایا ہے کہ یہ بتدریج فنا کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔

کوئی چیز اس سے آ کر ٹکرا جائے تب مر جائے۔

یہ کسی چیز سے ٹکرا جائے تب مر جائے۔ چھت سے یہ گر جائے تب مر جائے۔

چھت اس پر گر جائے تب مر جائے۔

بتدریج فنا کے گھاٹ اترجاتے اس جسم وجثہ کو بھی دیکھیں۔

کان تو موجود ہیں مگر قوت سماعت بتدریج متاثر ہوتی جاتی ہے۔

آنکھیں، پتلیاں، آنکھوں کی سیاہی سفیدی سب کچھ موجود مگر روشنی اور بینائی کم ہوتی جاتی ہے۔

اور کبھی کبھی تو آدمی بصارت سے بالکل محروم ہی ہوجاتا ہے۔

دانت تو موجود ہیں مگر دانتوں کی قوت کمزور پڑ جاتی ہے۔

پاؤں تو موجود مگر چلنے کی سکت نہیں۔

ہاتھ تو موجود مگر ہاتھوں میں پہلے جیسی گرفت نہیں۔

صانع حقیقی نے انسان میں کچھ اعضاء تو ایسے لگادیئے ہیں کہ اگر وہ اپنا کام کرنا بند کردیں تو حکیم، ڈاکٹر لاعلاج قرار دے کر ''گھر پر رکھ کر کچھ خدمت کر سکتے ہو تو کرلو'' کہہ دیتے ہیں۔

اندرون جسم گردے تو موجود مگر ان کا جو کام ''خون کو چھاننا ہے'' وہ بند کردیں تو وفات۔

پھیپھڑے جن کا کام ''سانس لینا اور آکسیجن حاصل کرنا ہے'' وہ کام کرنا بند کردیں تب وفات۔

جگر کا کام ''غذا کو خون میں تبدیل کرنا اور خون کے اجزاء بنانا ہے'' وہ کام کرنا چھوڑ دے اور بہتر سے بہتر غذا سے بھی خون نہ بنائے تب وفات۔

قلب ''دل'' تو بادشاہ ہے اگر وہ اپنے کام میں فیل ہوجائے تو ''ہارٹ فیل'' کیا ہوا پورا سسٹم، نظام فیل ہوجاتا ہے اور اس طرح چھوٹی سی یہ مشینری فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہے۔

یہ اور اس طرح کے کتنے واقعات و اسباب ہیں جو روز مرہ ہم اپنے معاشرہ میں انسانوں کی وفات کے سنتے رہتے ہیں۔

بلاشبہ یہ انسان کھیتی باڑی سے بھی زیادہ کمزور ثابت ہوا، اگر انسان اپنے جسم و جثہ پر ہی غور کرلے تو اپنی اصلیت سمجھنے میں دیر نہ لگے۔

یہ سب بر طرف انقلابات عالم
تری ذات ہی میں تغیر ہے ہر دم

انوارِ حدیث　　　　گذشتہ سے پیوستہ

جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے.........

مولانا محمد خالد سعید مبارکپوری استاذ تخصص فی الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

حرم کا احترام ایک ایمانی تقاضا ہے:

عن أبی شریح الکعبي أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن اللہ حرم مکۃ ولم یحرمھا الناس، من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلایسفکن فیھا دماً ولا یعضدن فیھا شجراً فإن ترخص مترخص فقال أحلت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فإن اللہ أحلھا ولم یحلھا للناس، وإنما أحلت لي ساعۃً من نھار ثم ھی حرام إلی یوم القیامۃ، ثم انکم معشر خزاعۃ قتلتم ھٰذا الرجل من ھذیل وإنی عاقلہ فمن قتل لہ قتیل بعد الیوم فأھلہ بین خیرتین إما أن یقتلو اأو یأخذو االعقل۔ (رواہ الترمذی فی أبواب الدیات ۲۶۰/۱، وقال: حسن صحیح)

حضرت ابوشریح کعبی رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم (قابل احترام) بنایا ہے، لوگوں نے اسے حرم نہیں بنایا ہے، جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت ایمان رکھتا ہے تو وہ اس میں بالکل خون نہ بہائے (یعنی کسی کو قتل نہ کرے) اور نہ اس میں درخت کو کاٹے، لہذا اگر کسی نے اپنے لیے رخصت نکالی یہ دلیل دیتے ہوئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی مکہ کو حلال کیا گیا، تو بے شک اللہ نے اس کو حلال کیا تھا اور اس نے لوگوں کے لیے اسے حلال نہیں کیا، اور میرے لیے بھی دن کی ایک گھڑی میں حلال کیا گیا پھر یہ قیامت کے دن تک کے لیے حرام ہے، پھر تم لوگوں نے اے خزاعہ والو! ہذیل کے اس شخص کو قتل کیا اور میں اس کی دیت ادا کروں گا اور آج کے بعد جس کا کوئی آدمی قتل کیا جائے گا تو مقتول کے گھر والوں کو دو باتوں کا اختیار ہوگا یا تو وہ (قاتل کو قصاص میں) قتل کریں یا دیت لیں۔ (ترمذی شریف ۲۶۰/۱)

مکہ مکرمہ کی حرمت وتعظیم کا پاس ولحاظ رکھنا ایک ایمانی تقاضا ہے اور ہر مومن کے لیے لازم وضروری ہے اسی بات کو اسی حدیث شریف میں اجاگر کیا گیا ہے۔

فتح مکہ کے بعد اگلے دن خزاعہ کے لوگوں نے مکہ مکرمہ میں قبیلۂ ہذیل کے ایک مشرک شخص کو قتل کرڈالا جس نے زمانۂ جاہلیت میں خزاعہ کے ایک آدمی کو قتل کیا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہوکر خطبہ دیا اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے لوگو! بے شک اللہ تعالی نے آسمان وزمین کی تخلیق کے دن ہی مکہ مکرمہ کو حرم (قابل احترام اور قابل تعظیم) ٹھہرادیا ہے لہذا یہ اللہ کے لائق احترام بنانے کی وجہ سے قیامت تک لائق احترام رہے گا، تو کسی ایسے شخص کے لیے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے یہ جائز نہیں کہ وہ اس میں خون ریزی کرے اور نہ اس کے اندر درخت کو کاٹے، یہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا، اور میرے لیے بھی صرف اس گھڑی میں یہاں کے باشندوں (کفار ومشرکین) پر غضب کی وجہ سے حلال ہوا، اور سن لو پھر اس کی حرمت پہلے کی طرح لوٹ آئی ہے لہذا تم میں سے موجود شخص غیر موجود کو یہ بات پہونچادے، پھر جو کوئی تم سے یہ کہے کہ اللہ کے رسول نے مکہ میں قتال کیا ہے تو تم کہہ دینا کہ اللہ نے اپنے رسول کے لیے اس کو حلال کیا تھا اور تمہارے لیے اس کو حلال نہیں کیا ہے، اے خزاعہ کے لوگو! اپنے ہاتھ قتل سے روک لو پس بہت ہو چکا اگر نفع ہو، تم نے ایک شخص کو قتل کیا ہے میں اس کی دیت ادا کروں گا، اس کے بعد جو شخص قتل کرے گا تو مقتول کے اولیاء اگر چاہیں تو قاتل کو قتل کریں اور چاہیں تو اس کی دیت لیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کی دیت ادا کی جس کو خزاعہ نے قتل کیا تھا۔ (سیرت ابن ہشام ۲/ ۸۶۴، البدایۃ والنہایۃ ۴/ ۲۹۷)

جس کا ایمان اللہ پر ہوگا اس کے دل میں اللہ کی سب سے زیادہ عظمت اور بڑائی بھی ضرور ہوگی، کیونکہ اس کے بغیر اس کا دین اور ایمان درست نہیں ہوگا، اور اللہ کی معرفت میں بندہ جتنی ترقی کرے گا اتنا ہی اس کی تعظیم اور خوف وخشیت میں اضافہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی اور عظیم احسانات اور انعامات کا تقاضا ہے کہ وہ جب کسی

چیز کا حکم کرے تو بندہ اس کو بجالائے اور جب کسی چیز سے منع کرے تو رک جائے اور اس کی حرمات کی تعظیم کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**ذلک ومن یعظم حرمٰت اللہ فھو خیر لہ عند ربہ**" (الحج:۳۰) (یہ بات تو ہو چکی، اور جو شخص ان چیزوں کی تعظیم کرے گا جن کو اللہ نے حرمت دی ہے تو اس کے حق میں یہ عمل اس کے رب کے نزدیک بہت بہتر ہے)

ابن زید فرماتے ہیں کہ مشعر حرام، بیت حرام (خانہ کعبہ) مسجد حرام اور بلد حرام (یعنی مکہ معظّمہ) یہ سب حرمات ہیں۔

قال ابن زید: الحرمات: المشعر الحرام، والبیت الحرام، والمسجد الحرام، والبلد الحرام، ھؤلاء الحرمات۔ (تفسیر الطبری ۱۷/۱۵۳)

اللہ تعالیٰ نے حرم کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور حرم ایک مخصوص علاقہ ہے جس کی حدود متعین ہیں، اور مکہ مکرمہ کے چاروں طرف حدود مقررہ پر نشانات بنے ہوئے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ مقامات بتائے تھے اور وہاں نشانات لگا دیے تھے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بنوائے پھر حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت معاویہؓ وغیرہ نے اپنے اپنے زمانہ میں تجدید کی، جدہ کی طرف مکہ مکرمہ سے دس میل کے فاصلے پر شمیسیہ (جہاں صلح حدیبیہ ہوئی تھی) کے متصل حرم کی علامت کے لیے مینارہ (گیٹ) بنا ہوا ہے اور مدینہ طیبہ کی طرف تنعیم پر جو مکہ سے تین میل ہے، اور یمن کی جانب سات میل اضاءۃ لبن تک، اور عراق کی طرف سے سات میل، اور جعرانہ کی طرف سے نو میل، اور طائف کی طرف عرفہ تک سات میل تک حرم ہے، ان حدود کے اندر شکار مارنا، پکڑنا، اس کو بھگانا، درخت یا گھاس کاٹنا حرام ہے، اس لیے اس کو حرم کہتے ہیں (معلم الحجاج ص ۷۰)

اللہ تعالیٰ نے حرم کو امن والا بنایا ہے اور اس نعمت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

"**اولم یروا أنا جعلنا حرما آمنا ویتخطف الناس من حولھم**" (العنکبوت:۶۷) (کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے حرم کو امن والا بنایا حالانکہ لوگ اس کے اطراف سے اچک لیے جاتے ہیں)

اوراللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر متعدد جگہ اس محترم شہر مکہ مکرمہ کی قسم بھی کھائی ہے جس سے اس کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے: ”**لااقسم بھذا البلد**“(البلد:۱)(میں اس شخص(مکہ) کی قسم کھاتا ہوں)اوردوسری جگہ ارشاد ہے: ”**والتین والزیتون، وطورسینین وھذا البلد الأمین**“(التین:۳-۱)(انجیر کی قسم، زیتون کی قسم، طورسینا کی قسم،اس امن والے شہر(مکہ) کی قسم)

اللہ تعالیٰ نے تمام شہروں میں مکہ معظّمہ کا انتخاب فرما کر آسمان وزمین کی تخلیق کے وقت ہی اسے محترم قراردے دیا تھا اس لیے اب اس کا احترام اور تعظیم ہر ایک کے لیے ضروری ہے، لہٰذا حرم میں قتل وقتال کرنا، شکار کو پکڑنا، مارنا، بھگانا اور وہاں کے پیڑ پودے گھاس وغیرہ کو کاٹنا اکھاڑنا سب ممنوع اور ناجائز ہے۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ حرم شریف کے ایسے نباتات جوخود بخود اگ آتے ہیں اورلوگ عادتاً انھیں بوتے نہیں ہیں اور وہ رطب(تراورزندہ) ہوں تو ان کا کاٹنا اوراکھاڑنا ممنوع ہے، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذخرگھاس کے کاٹنے کی اجازت دی ہے، اوراسی طرح جو درخت یا گھاس بالکل سوکھ جائے اس کو بھی کاٹنا اوراکھاڑنا اوراس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، اورامام ابوحنیفہؒ وامام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک حرم کی گھاس جانور کو چرانا بھی ناجائز ہے، اورامام ابویوسفؒ کے نزدیک چرانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(دیکھئے بدائع الصنائع ۲/۴۵۰-۴۵۲)

بہرحال حرم شریف کا احترام ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے اورجب حدود حرم میں داخل ہوتواس کا جتنا زیادہ ہوسکے ادب واحترام ملحوظ رکھے اورعاجزی وانکساری اختیار کرے اورجب تک وہاں رہے اس کے ادب واحترام اورتعظیم کا پورا خیال رکھے اوراس بات کی پوری کوشش کرے کہ اس کی ذات سے کسی کو کوئی اذیت اورتکلیف نہ پہونچے، اورمعصیتوں سے بہت زیادہ بچے، کیونکہ وہاں نیکیوں پرجس طرح بہت زیادہ اجروثواب ہے اسی طرح گناہ اورمعصیت پرعقاب بھی سخت ہے۔

ضرورت ہے خود احتسابی کی

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

درخت جب اندر سے کھوکھلا ہو کر سوکھ جائے تو اس کو گرانے میں نہ دیر لگتی ہے اور نہ دشواری پیش آتی ہے۔ درخت کاٹنے والا بہت آسانی سے اور کم وقت میں اس کو کاٹ دیتا ہے، بلکہ جڑیں تک اکھیڑ دیتا ہے، یہی حال قوموں اور گروہوں کا ہے، جو قوم خود اپنے نظریہ پر عمل نہیں کرتی، جو گروہ خود اپنے اصول پر عمل پیرا نہیں ہوتا، جس کے قول وفعل میں کھلا ہوا تضاد ہوتا ہے، جو الفاظ کے دریا تو بہا سکتا ہے، لیکن عملی دنیا میں اس کی بساط ایک قطرہ سے زیادہ نہیں ہوتی، وہ قوم اپنی بقا کی لڑائی نہیں لڑ سکتی اور نہ اپنے چابک دست دشمن کا مقابلہ کر سکتی ہے، قرآن مجید نے یہودیوں کے طرز عمل پر تنقید کرتے ہوئے یہی بات کہی ہے کہ ان کے قول وفعل میں یکسانیت نہیں ہے۔

اس وقت مسلمان اس صورتِ حال سے دو چار ہیں، وہ دشمنوں کی دشمنی کا رونا روتے ہیں، ؛لیکن حقیقت میں یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کا رونا رویا جائے ،جن لوگوں کو آپ کی فکر، آپ کے عقیدہ، آپ کے طرزِ زندگی، آپ کی تہذیب وثقافت، آپ کے تاریخی ورثہ، یہاں تک کہ آپ کے وجود اور آپ کے نام سے بھی نفرت ہے، ان سے اس بات کے سوا اور کس بات کی توقع رکھی جا سکتی ہے، ان سے یہ امید رکھنا کہ وہ آپ کے دین کا تحفظ کریں گے اور آپ کی شریعت کو محفوظ رکھیں گے، ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص آگ سے پیاس بجھانے کی اور برف سے ایندھن کے کام آنے کی توقع رکھے، اس لیے موجودہ حالات میں ضرورت ہے کہ مسلمان پوری جرأت اور اعتراف حقیقت کے ساتھ آپ اپنا محاسبہ کریں اور اپنے طرز عمل میں ایک بنیادی تبدیلی لائیں۔

اسلام نے نکاح کو بہت آسان رکھا ہے، مسلمان عید، بقرعید میں جتنا خرچ کرتے ہیں، نکاح میں اتنا خرچ کرنا بھی ضروری نہیں، صرف ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے، جس میں نہ کوئی کرایہ خرچ ہوتا ہے اور نہ سجاوٹ کی گنجائش ہوتی ہے، نکاح کے ساتھ صرف ایک دعوت، ”دعوتِ ولیمہ“ رکھی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوسب سے قیمتی ولیمہ فرمایا، وہ اس طور پر کہ ایک بکرا ذبح کیا؛ البتہ نکاح میں ایک لازمی ذمہ داری مہر کی ہے اور اس کو عقد کے وقت ہی ادا کر دینا مسنون ہے۔

لیکن صورت حال یہ ہے کہ غیر مسلموں کا اثر قبول کرتے ہوئے نکاح کو نہایت ہی مشکل عمل بنا دیا گیا ہے، جس میں بعض اوقات لڑکی والے اپنا گھر تک بیچ دیتے ہیں، لڑکی والوں پر جہیز کا بار گراں تو ہے ہی، ایک بڑی نقد رقم کا مطالبہ بھی کیا جاتا ہے، فنکشن ہال اور کھانے کے مینو تک کی تعیین ہوتی ہے اور یہ سارا بوجھ لڑکی والوں کے سر ڈالا جاتا ہے، دوسری طرف مہر ایک رسمی چیز بن کر رہ گئی ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر طلاق کی نوبت آئی تب مہر ادا کیا جائے گا، اس طرح اسلام کا تصورِ نکاح مسخ ہو کر رہ گیا ہے اور اس کے نتیجے میں امت کی لاکھوں بیٹیاں سسک سسک کر تجرد کی زندگی گزار رہی ہیں، اس غیر اسلامی اور غیر اخلاقی عمل پر ہمیں کسی غیر مسلم حکومت نے مجبور نہیں کیا ہے، بلکہ یہ ہمارا اپنا بگاڑ ہے۔

شریعت کے خاندانی زندگی سے متعلق قوانین میں مرد کو ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی گئی ہے، یہ گنجائش اس لیے ہے کہ معاشرہ میں اخلاقی پاکیزگی اور صفائی ستھرائی باقی رہے، بہت سی دفعہ یہ اجازت ایک سماجی ضرورت بھی بن جاتی ہے؛ لیکن قرآن نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ شوہر دونوں بیویوں کے درمیان عدل سے کام لے، اگر وہ عدل قائم نہ کر سکے تو اس کے لیے دوسرا نکاح کرنے کی گنجائش نہیں: ”وان لم تعدلوا فواحدۃ“ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ دوسری شادی کے جو واقعات پیش آتے ہیں، ان میں نوے فی صد

واقعات میں دوسرا نکاح کسی ضرورت اور سنجیدہ جذبے کے ساتھ نہیں کیا جاتا، بلکہ پہلی بیوی کو تکلیف پہنچانے کے لیے انتقامی جذبہ سے کیا جاتا ہے اور انصاف کی شرط کو اس طرح بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے کہ ایک بیوی کے ساتھ تو محبوبہ اور معشوقہ کا معاملہ کیا جاتا ہے اور دوسری کو اس طرح زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے کہ نہ اسے بیوی کے حقوق ملتے ہیں اور نہ وہ شوہر کی زندگی سے آزاد ہوتی ہے، اس کو لٹکا کر رکھا جاتا ہے، اس طرز عمل سے اسلام کی بدنامی ہوتی ہے، لوگ یہ نہیں سمجھ پاتے کہ یہ ایک درست حکم کا غلط استعمال ہے، اس لیے وہ خود اسلام کو اس خدا ناترس شخص کی غلطی کا مجرم سمجھنے لگتے ہیں، حالاں کہ شریعت نے نہ صرف یہ کہ عدل کی شرط کے ساتھ دوسرے نکاح کی اجازت دی ہے، بلکہ اس بات کو بہتر قرار دیا گیا ہے کہ اگر ضرورت نہ ہو تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کیا جائے، ایک بیوی کی موجودگی میں بلا ضرورت دوسرا نکاح کرنے سے گریز کیا جائے۔

نکاح کا رشتہ محبت وسکون کا رشتہ ہے، تاکہ شوہر و بیوی پُرسکون زندگی گزار سکیں، اسی رشتہ سے نسل انسانی کی بقا اور خاندانی نظام کا استحکام متعلق ہے، اسی لیے شریعت کا منشا یہ ہے کہ جب ایک بار رشتہ نکاح قائم ہو جائے تو اسے استوار رکھا جائے اور حتی المقدور اس کو ٹوٹنے سے بچایا جائے، شوہر کی طرف سے رشتہ نکاح کے ختم کر دینے کو طلاق کہتے ہیں اور بیوی کے مطالبہ پر شوہر کے رشتہ ختم کر دینے کو خلع، شریعت میں طلاق کو بھی ناپسند کیا گیا ہے، یہاں تک کہ اس کو تمام جائز چیزوں میں سب سے مبغوض اور ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت پر بھی لعنت بھیجی ہے، جو کسی نامعقول سبب کے بغیر خلع کا مطالبہ کرے، پھر اگر طلاق دینی ہی پڑے تو ایک اور زیادہ سے زیادہ دو دفعہ دینی چاہیے، ایک ساتھ تین طلاقیں دینا سخت گناہ ہے، اس سے قطع نظر کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین شمار کی جائیں گی یا ایک؟ اس بات پر تمام ہی اہل علم متفق ہیں کہ ایک ساتھ تین طلاق دینا گناہ ہے۔

لیکن مسلم سماج میں طلاق کے واقعات کا جائزہ لیا جائے تو نوے فی صد طلاق کے واقعات غصہ، وقتی رنجش یا شوہر کے رشتہ داروں کی طرف سے چڑھانے اور اُکسانے کی بنا پر پیش آتے ہیں اور اس سے بھی بڑا ستم یہ ہے کہ بہت سے واقعات میں ایک ساتھ تین طلاقیں دے دی جاتی ہیں، اسی طرح عورتوں کی طرف سے خلع کے مطالبات بعض دفعہ بہت ہی معمولی اسباب اور قوت برداشت کی کمی کی بنا پر کیے جاتے ہیں، مسلمانوں کا یہ عمل غیر مسلموں کے درمیان اسلام کی غلط تصویر پیش کرتا ہے اور یہی تصویر ذریعہ ابلاغ کے ذریعہ پھیلائی جاتی ہے، اس میں شبہ نہیں کہ اس میں ذرائع ابلاغ کی مبالغہ آمیزی کا بھی دخل ہوتا ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہمارا سماج ہی اس کے لیے بنیاد فراہم کرتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے میراث کو ''فریضۃ من اللہ'' قرار دیا ہے، یعنی یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا حصہ ہے، یہ انسان کا مقرر کیا ہوا حصہ نہیں ہے کہ اس کو اس میں کمی بیشی کا اختیار ہو، اسلام کے علاوہ کوئی مذہب نہیں جو عورت کو حق میراث دیتا ہو، دنیا کے دوسرے قوانین نے بھی اسلام کے قانون میراث سے استفادہ کیا ہے، لیکن بجائے اس کے کہ ہم دوسروں کے لیے روشنی فراہم کرتے، ہم نے خود اپنی زندگی میں شریعت کا چراغ بجھا دیا ہے۔

اسلام کا قانون نفقہ ایک جامع قانون ہے، جو انسان کو پیش آنے والی تمام صورت حال کا احاطہ کرتا ہے، اس لیے جیسے اولاد کا نفقہ باپ پر اور باپ نہیں ہو تو دادا پر واجب ہوتا ہے اور بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے، اسی طرح بعض حالات میں بھائیوں، بہنوں اور چچاؤں وغیرہ پر بھی بے سہارا خواتین اور یتیم بچوں کا نفقہ واجب ہے، لیکن عملی صورتِ حال یہ ہے کہ اگر کوئی عورت مطلقہ یا بیوہ ہو جائے تو بھائی سمجھتا ہے کہ اس پر اس کی بہن کے نفقہ کی ذمہ داری نہیں۔ یا بچے یتیم ہو جائیں تو چچا یہ نہیں سمجھتے کہ اب ہمارے اپنے بچوں کی طرح ہمارے بھائی کے بچوں کی بھی ہم پر ذمہ داری ہے، بلکہ اگر کبھی کچھ حسن سلوک کر دیا تو اس کو ایک احسان خیال کرتے ہیں، اس کا

نتیجہ ہے کہ غیر مسلم معاشرہ سمجھتا ہے کہ مسلمانوں کے یہاں بے سہارا عورتوں اور بچوں کی کفالت و پرورش کا کوئی مستحکم نظام نہیں ہے، غلط تصور پر مبنی اس تصویر میں میڈیا کے لوگ رنگ بھر کر اسے اور خوف ناک بنا دیتے ہیں اور اسلام کو نعوذ باللہ ایک بے رحم اور غیر منصف مزاج مذہب کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ یہ ایک منافقانہ طرز عمل ہے کہ زبان سے تو ہم اللہ اور اس کے رسول کی بات مانیں اور عملی طور پر ہم اسے نظر انداز کر دیں۔ اگر ہمیں موجود حالات کا مقابلہ کرنا ہے اور اپنے دینی تشخص کو بچانا ہے تو صرف سر کٹانے کا جذبہ کافی نہیں، پہلے ہمیں اپنے اندر سر جھکانے کا جذبہ پیدا کرنا چاہیے، شریعت کے احکام، خواہ ہماری چاہت اور مفادات کے خلاف ہوں، لیکن ہم اس کے سامنے جھک جائیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا وخوش نودی کو اپنی خواہشوں اور چاہتوں پر غالب رکھیں، کیوں کہ جس قول کے پیچھے عمل کی طاقت نہ ہو وہ دوسروں کو قائل نہیں کرسکتا، جو شخص اندر سے کھوکھلا ہو گیا ہو اور اس کا جسم زندگی کی حرارت سے محروم ہو، اس کے لیے ممکن نہیں کہ وہ باہر کے دشمنوں کا مقابلہ کر سکے۔

اعلان ملکیت فارم IV

(۱) مقام اشاعت مدرسہ مظاہر علوم پتہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور یوپی
محلہ مبارک شاہ سہارنپور (یوپی) (۴) پرنٹر پبلشر مولانا محمد سلمان
(۲) مدت اشاعت ماہانہ قومیت ہندوستانی
(۳) ایڈیٹر مولانا محمد سلمان پتہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور یوپی
قومیت ہندوستانی ملکیت مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

میں (مولانا) محمد سلمان تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا امور میرے علم کے مطابق صحیح ہیں

ماحول کا اثر

مولانا شمس الحق ندوی

بخاری شریف کی روایت ہے : حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔"نیک اور بدساتھی کی مثال مشک بیچنے والے اور بھٹی دھونکنے والے جیسی ہے، مشک بیچنے والا تمہیں مشک دے گا یا تم اس سے خریدو گے یا (کم ازکم) یہ کہ جب تک اس کے پاس رہو گے، اچھی خوش بو ملے گی اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلادے گا یا بدبو ملے گی۔"

علامہ حکیم راغب اصفہانی اپنی کتاب "الذریعۃ الی مکارم الشریعۃ" میں صفحہ ۲۵۵/۲۵۶ پر لکھتے ہیں:

انسان کے لیے ضروری ہے کہ نیکوں کا ساتھ اختیار کرنے کی بھرپور کوشش کرے کہ نیکوں کا ساتھ بروں کو اچھا بنا دیتا ہے، ایسے ہی جیسے بروں کا ساتھ اچھوں کو برا بنا دیتا ہے۔بعض اہل علم اور دانش مندوں کا کہنا ہے کہ جو بھلے لوگوں کے ساتھ بیٹھے گا اس کو ان کی برکت حاصل ہوگی، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے ساتھ بیٹھنے والا محروم و بدنصیب نہیں ہوتا، چاہے کتا ہی کیوں نہ ہو، جیسے اصحاب کہف کا کتا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔"اور ان کا کتا چوکھٹ پر دونوں اگلے پاؤں پھیلائے ہوئے ہے۔"

اسی لیے اہل علم وتجربہ کہتے ہیں کہ نوعمروں کو بے وقوفوں کے ساتھ بیٹھنے نہ دو۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ برے آدمی کے ساتھ نہ رہو کہ وہ اپنے برے عمل کو تمہاری نظروں میں اچھا دکھائے گا اور چاہے گا کہ تم بھی اس جیسے بن جاؤ۔

یہ وہ کھلی ہوئی بات ہے جو برابر تجربہ میں آتی رہتی ہے کہ بُروں کا ساتھ اختیار کرنے والے برائی ہی کی راہ پر چل پڑتے ہیں، اسی لیے یہ حکم ہے کہ اس کے ساتھ رہو جس کا دیکھنا تم کو اللہ کی یاد دلائے اور اس کی باتیں تمہارے اچھے عمل کو بڑھاتی رہیں۔ بُروں کے ساتھ بیٹھنے سے اس لیے بھی روکا جاتا ہے کہ اس کی بُری عادت غیر محسوس طریقہ پر تمہارے اندر پیدا ہوتی جائے گی اور تمہیں اس کا پتہ بھی نہ چلے گا۔

ساتھی کا اثر اس کی باتوں اور عمل ہی سے نہیں پڑتا، بلکہ اس کو دیکھنے کا بھی اثر پڑتا ہے، اس کی اچھی یا بُری عادتیں انسان پر اثر ڈالتی رہتی ہیں، جیسے کسی خوش دل اور ہنس مکھ آدمی کو دیکھ کر دل پر اثر پڑتا ہے کہ بجھا ہوا اور رنجیدہ آدمی بھی اس کے پاس بیٹھ کر خوش ہو جاتا ہے اور اپنا غم بھول جاتا ہے، لیکن جب غمگین آدمی کو دیکھتا ہے تو وہ بھی رنجیدہ ہو جاتا ہے، اس کے غم کا اثر اس کے دل پر بھی پڑتا ہے۔

یہ بات صرف انسانوں ہی میں نہیں پائی جاتی، بلکہ دوسرے جانوروں، حتی کہ نباتات، پیڑ، پودوں میں بھی پائی جاتی ہے، قوی اور مضبوط اونٹ کم زور پست ہمت اونٹوں کے ساتھ رہ کر پست ہمت ہو جاتا ہے، خوش بو کا تر و تازہ پودہ مرجھائے ہوئے پودوں کے پاس ہونے کے سبب مرجھا جاتا ہے، جیسا کہ ماہرین نباتات کا تجربہ ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ پانی اور ہوا بھی قریب میں پڑے ہوئے مردار سے متاثر ہو جاتے ہیں، ان میں بھی بدبو اور جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں، یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس شخص کو ذرا بھی تجربہ ہو اس کو تسلیم کر لے گا، جب یہ چیزیں قربت کا اتنا اثر قبول کرتی ہیں تو پھر جوان سب میں ممتاز، باشعور اور ماحول کا زیادہ اثر قبول کرنے والا ہے وہ کیسے صحبت کے اثر سے محفوظ رہ سکتا ہے؟ لہٰذا صالحین کی صحبت اختیار کرنا اور برے لوگوں سے دور رہنا اپنی سیرت کو سنوارنے کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا بہتر اور تازہ غذا جسم کے لیے۔

اس وقت ہم جس ماحول میں سانس لے رہے ہیں وہ بے حیائی کا حیا سوز اور انسانیت سوز ماحول ہے، اس ماحول میں نوخیز نسل، حتی کہ معصوم بچوں تک پر کتنا غیر معمولی اثر پڑ رہا ہے، ہم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے، اس لیے اس کی شدید ضرورت ہے کہ ہم اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت اور اس گندے ماحول سے بچانے کی اتنی ہی فکر کریں، بلکہ اس سے بڑھ کر جتنا وبائی امراض کے زمانہ میں بیماریوں کے جراثیم سے بچانے کی فکر کرتے ہیں، حد یہ کہ اب جدید ترین موبائل تک میں یہ برائیاں سرایت کرگئی ہیں اور نوجوانوں کے لیے ایک خطرہ بن گئی ہیں۔ یہی چیزیں جو آج ہمیں اچھی اور سہولت کی معلوم ہورہی ہیں، اگر ان کا استعمال فکر وہوش مندی کے ساتھ نہ کیا گیا تو ہماری نئی نسل کا مستقبل دہریت ولادینیت کے خطرہ میں پڑ جائے گا، لہٰذا ان چیزوں سے حفاظت وبچاؤ کی جو بھی ممکنہ کوششیں ہوں وہ کرنا ضروری ہیں۔

یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ انسان ماحول سے متاثر ہوتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی مجالس میں حاضری تعمیر سیرت کے لیے ضروری ہے۔ یہ ممکن نہ ہو تو ایسے خاصان خدا کے حالات وملفوظات اور تذکروں کا پڑھنا ضروری ہے۔

جنت میں داخلہ:

عن أبی أمامة الباهلی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم (مَنْ قَرَأَ خَوَاتِیمَ الْحَشْرِ فِیْ لَیْلَةٍ أَوْ نَهَارٍ فَمَاتَ مِنْ یَوْمِهٖ أَوْ لَیْلَتِهٖ فَقَدْ أَوْجَبَ الْجَنَّةَ (شعب الایمان للبیهقی رقم الحدیث ۲۲۷۱)

حضرت ابوامامہ رضؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص رات کو یا دن کو سورہ حشر کی آخری آیات پڑھے گا اور اس رات میں یا دن میں اس کی روح قبض کرلی جائے گی تو اس کے لیے جنت واجب ہوجائے گی۔

کھانے میں ماتحتوں کا حق

ڈاکٹر راحت مظاہری، قاسمی

عَنْ اَبِی ذَر رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اِذَا اَتٰی اَحَدَکُمْ خَادِمُہٗ بِطَعَامِہٖ فَاِنْ یُجْلِسَہٗ فَلِیُنَاوِلْہُ اُکْلَۃً اَوْ اُکْلَتَیْنِ اَوْ لُقْمَۃً اَوْ لُقْمَتَیْنِ فَاِنَّہٗ وَلِیَ حَرَّہٗ وَعِلَاجِہٖ (بخاری: ۵۱۴۴)

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کا خادم اس کے لئے کھانا بنا کر لائے تو اس کو چاہیئے کہ خادم کو بھی اپنے ساتھ بٹھائے، یا اگر ایسا نہ کر سکے تو کم سے کم اس کے ہاتھ پر ایک دو نوالے ہی رکھدے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ ان کو دیگر لوگوں کی طرح ہی اپنے خادم، نوکر اور مزدور یعنی کمزور سماج کے لوگوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنا کرنا چاہیئے کہ یہ ان کا حق ہے کہ جب ایک آدمی برابر تمہاری خدمت میں مصروف ہے تو وہ کھانے کے لئے کہاں جائے گا؟ اگر چہ اس کی مزدوری بھی خشک طے ہو یعنی جس میں اس کا کھانا شامل نہیں ہو مگر جب وہ کوئی چیز آپ کے لئے اپنے ہاتھ سے تیار کرے یا بازار سے ریڈی میڈ خرید کر لا کر دے تو آپ اس کو اکیلے کھاتے رہیں اور وہ غریب کھڑا آپ کا منہ تکتا رہے تو یہ بڑی گھٹیا اور غیر انسانی حرکت سمجھی جائے گی، آخر وہ بھی آپ ہی کی طرح کا ایک انسان ہے، اس کا بھی دل ہے، اس لئے اس کے مانگنے سے پہلے ہی دیدو جس سے اس کے دل میں آپ کی شرافت اور ہمدردی کا سکّہ بیٹھ جائے۔

میرے بڑے بھائی جان مدیر اعلیٰ رسالہ ہٰذا نے نقل کیا یادش بخیر سنبھل: حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ کے ایک بھائی کے پوتے اور دوسرے بھائی کے نواسے یعنی نجیب الطرفین شخصیت، میرے محسن وکرم فرما رفیق محترم مولانا عمران ذاکر قاسمی حفظہ اللہ نے بیان کیا

’’سردی کا موسم تھا، میں مدرسہ کے طلبہ کے درمیان درس گاہ میں بیٹھا مونگ پھلی چاب رہا تھا، اتفاق کی بات والد صاحب (خلداللہ فی جنات النعیم) تشریف لے آئے، مجھے موم پھلی چباتا دیکھ کر طنزیہ انداز میں فرمایا: ہاں! یہ بیچارے بیرونی طلبہ انسان تھوڑا ہی ہیں، جو آپ کو دیکھ کر ان کے منھ میں پانی نہیں آئے گا، ایک آپ ہی تو انسان ہیں جو چاہیں کھائیں، کیا آپ کو یہ خیال نہیں کہ یہ بھی انسان ہیں۔

اللہ اکبر! جناب محترم نواب محمد عامر مرحوم کے دل میں انسانیت کا کتنا درد تھا؟

خنجر چلے کسی پر تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں درد ہمارے جگر میں ہے۔

غریبوں کی دل جوئی کی خاطر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کا خادم اس کے لئے کھانا بنا کر لائے تو اس کو چاہیئے کہ خادم کو بھی اپنے ساتھ بٹھائے ، یا اگر ایسا نہ کر سکے تو کم سے کم اس کے ہاتھ پر ایک دو نوالے ہی رکھدے۔ آپ غور کیجئے کہ آج دنیا بھر میں سالانہ یکم مئی کو’’مزدوروں کے دن(LabourDay) کے طور پر منایا جاتا ہے جس کی شروعات 1886 میں اس وقت سے ہوئی جب دیگر طبقات کی طرح امریکی مزدوروں نے بھی اپنے حقوق کا مطالبہ کیا تو ان کو خوش کرنے کیلئے یکم مئی کو سالانہ بین لاقوامی ورکرس کا دن(DayInternational Workers) منایا جانے لگا جس کے تحت پورے سال میں ایک دن غریبوں، مزدوروں کے حقوق کیلئے بڑے بڑے نعرے دیئے جاتے، عالمی اخبارات میں جاذب نظر رنگین اشتہارات شائع کئے جاتے اور عام شاہراہوں پر سلوگن لکھ کر لگا دئے جاتے ہیں، جن سب پر موٹی رقم خرچ کی جاتی، باقاعدہ منسٹریاں اور سرکاریں اس کے لئے کانفرنس، شاندار جلسے، جلوس کرتی ہیں نیتا دن بھر ان کے لئے دہاڑتے ہیں مگر جس دن کو یوم مزدور Labour Day کہا جاتا ہے اس دن بھی ان بیچارے مزدوروں کو پیٹ بھر روٹی مشکل ہی

سے مل پاتی ہے، جب کہ ان کے نام پر لیڈروں کی رووٹیاں تازہ اور کوٹھیاں کھڑی ہوجاتی ہیں،

عالمی ادارۂ صحت (Unicef) کی/ 23 اکتوبر 2018 کی رپورٹ کے مطابق امیروں کی بے توجہی سے یمن میں ایک کروڑ/ 4 لاکھ غریب لوگ قحط سے دوچار ہیں جن میں آدھے بچّے بھی شامل ہیں۔

غور کیجئے کہ اسلام صرف روزے ،نماز ہی کا دِین نہیں بلکہ اس میں مکمل طور پر انسانوں سے لے کر جانوروں، اور پیڑ پودوں تک کے بھی حقوق کی ضمانت ہے۔

نیز کمزوروں اور بے زبانوں پر رحم کے حوالہ سے غم خواروں انیس آقائے مدنی ﷺ وہ حدیث شریف جس میں فرمایا آپ ﷺ نے: اَعۡطُوۡ اۡلاَجِیۡرَ اَجۡرَہٗ قَبۡلَ اَن ۡ یَجِفَّ عَرۡ قَہٗ (ابن ماجہ، صححہ البانی)

مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ سوکھنے سے پہلے ادا کردو۔

نیز جانوروں سے کام لینے والے ان کو پوری خوراک دیں، ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالیں، ہریالی کو نہ اجاڑا جائے، دریا اور ذخیروں کا پانی گندا نہ کیا جائے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ اسلام، انسانیت کی فلاح وبہبود اور ترقی کا نظام ہے، تعلیمات اسلامیہ کا منشور ہے، تمام چیزوں کا کا اکرام واحترام، اقدار کی حفاظت، انسان کے کام آنے والی ہر چیز کی حفاظت اور اپنی عزت نفس کا بھی تحفظ ہے،

ہمارے خادم اور مزدور بھی اسی معاشرہ اور انسانیت کا حصہ ہیں اگر ان کے حقوق کی حفاظت نہ کی گئی،، تو انسایت تڑپ اٹھے گی، اوا گر یہ بغاوت پر اترآئے تو ارب پتیوں کی زندگی جہنم بن جائے گی، اسی لئے اللہ کے نبی ﷺ نے سماج میں امن وشانتی بنائے رکھنے کے لئے دیگر اشیا کے حقوق کی طرح خادموں اور کمزور سماج کے حقوق کی حفاظت کی طرف بھی اپنی خاص توجہ بھی مبذول کرائی۔

باتیں ان کی یاد رہیں گی

جامعہ مظاہر علوم کے فضلاء فارغین اور علماء ربانیین کی بابرکت جماعت کی ایک ممتاز اور بافیض شخصیت حضرت مولانا محمد یوسف متالا رحمہ اللہ کا تذکرہ

از قلم: مولانا سید محمد الہاشمی
استاذ فقہ مظاہر علوم سہارنپور

نامور عالم دین، عظیم مصلح و مربی، حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کے خلیفۂ اجل، دارالعلوم بری یو کے، جامعہ الامام محمد زکریا للبنات بریڈفورڈ، مدینۃ العلوم کیدر منسٹر، مرکز العلوم بلیک برن، مدرسہ الامام محمد زکریا بولٹن کے بانی، استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف متالاؒ کا کینیڈا کے شہر ٹورنٹو میں ۱۰؍محرم الحرام ۱۴۴۱ھ کو وہاں کے مطابق ۸؍ستمبر ۲۰۱۹ء مغرب وعشاء کے درمیان آٹھ بجکر بیس منٹ پر انتقال ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا محمد یوسف بن سلیمان قاسم متالا گجرات کے شہر سورت میں ۲۵؍نومبر ۱۹۴۶ء میں پیدا ہوئے، ناظرہ قرآن، اور ابتدائی تعلیم مدرسہ ترغیب القرآن میں پائی، ۱۹۶۱ء سے مدرسہ حسینیہ راندیر میں پانچ سال عربی کی تعلیم حاصل کر کے ۱۹۶۶ء میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے اور یہیں آپ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، حضرت مولانا مفتی مظفر حسین اور مولانا محمد یونسؒ جیسے اساطین علم سے درس نظامی کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی، دوران طالب علمی ہی آپ حضرت شیخ الحدیثؒ سے بیعت ہوئے اور اس قدر ریاضت ومجاہدہ کیا کہ جلد ہی حضرت شیخؒ نے آپ کو خلافت عطا فرما دی۔

اپنے پیر و مرشد کے حکم اور ہدایت کے مطابق برطانیہ کو اپنی دینی و اصلاحی محنت کا میدان بنایا اور ۱۹۷۳ء میں دارالعلوم بری کی بنیاد رکھی، اس پورے علاقہ میں جو لنکا شائر کے

نام سے جانا جاتا ہے لوگوں کو اسلام سے قریب کیا اور جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی ادارے قائم کئے، آج یو کے میں انگلش زبان میں دعوت وتبلیغ کے افراد اور ائمۂ مساجد کی ایک بڑی تعداد موجود ہے جس نے مولانا مرحوم سے کسبِ فیض کیا اور دینی خدمات میں سرگرم ہیں، ان کے نامور شاگردوں میں مولانا مفتی محدث شبیر احمد، شیخ عبدالرحیم لمباڈا، مفتی عبدالصمد، مولانا ریاض الحق اور مفتی محمد بن آدم الکوثری کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا موصوف ایک صاحب نسبت اور اہل اللہ کے ایسے منظور نظر عالم دین، ولی کامل تھے جن کے ظاہری اعمال وافعال دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ انتقال سے پہلے ہی جنت الفردوس اور اعلی علّیین کے مستحق بن گئے ہوں گے جیسے بے شمار اللہ کے ولی ہیں کہ مرنے سے پہلے ہی ان کے بارے میں بزرگوں کی، اللہ والوں کی بشارتیں جنت الفردوس کی، اعلی علّیین کی کتابوں میں پڑھی ہیں۔

حضرت مولانا یوسف صاحب متالا کو ساری دنیا جانتی ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء اور حضرت شیخ کے محبوب ترین شاگرد خلیفہ اور حضرتؒ کے نور نظر تھے جس کی تفصیل بہت سی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے ان کو یہاں بتانا مقصود نہیں ہے وہ تو بہت لمبی تفصیل ہے جس کو پڑھنے کے لئے کئی دن چاہئیں۔

یہاں میں وہ چند باتیں (کرامتیں) لکھنا چاہتا ہوں جو میں خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکا ہوں، میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی دعوت پر ان کے قائم کردہ دارالعلوم بری میں بہت مرتبہ ہفتوں ہفتوں مقیم رہا، دورانِ قیام میں نے دیکھا کہ وہ عظیم ترین خدمت دین جو بظاہر بہت بڑی جماعت مل کر کرسکتی ہے وہ حضرت نے تن تنہا حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ کی برکت سے انجام دی ہے، حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے تو انگلستان میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی، لیکن علم وعرفان کا ایک سدا بہار گلستان بنانے میں حضرت ممدوح موصوف مولانا محمد یوسف متالا کی قربانیاں اس کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔

وہاں جا کر محسوس ہوا کہ اس ایک مدرسہ کی برکت اور مولانا یوسف صاحب کی حرکت اور بے پناہ محنت، بے پناہ خلوص سے آج اس چھوٹے سے ملک میں جو یہود ونصاری کا گڑھ ہے، جو اللہ رسول کے دشمن قرآن وحدیث کے دشمن ہیں اس ملک میں اسوقت حضرت مولانا یوسف متالا نے مدرسوں مکتبوں مسجدوں کے جال بچھا دیئے، انگلینڈ (برطانیہ) کے ہر ہر شہر میں ہر ہر قصبہ (ٹاؤن) میں دو دو چار چار مدرسہ قائم کر دیئے، ایک لڑکوں کا ایک لڑکیوں کا ہر جگہ پر لڑکوں کے لئے تو مدرسہ ہیں ہی لڑکیوں کے مدرسہ الگ سے ہیں ہمارے ہندوستان میں بھی لڑکیوں کے دارالعلوم قائم ہونے لگے، اگر چہ یہاں لڑکیوں کے مدرسوں کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے وہاں تو ماحول دوسرا ہے ایک تو وہاں تعلیم لازمی ہے، سترہ سال تک ہر ایک کے لئے تعلیم لازم ہے، پورے ملک میں ایک سو ایک فیصد لوگ تعلیم یافتہ ہیں، بچہ اگر اسکول نہیں جائے گا تو پولیس کی گاڑی آ کر لے جائے گی، بھلے ہی ماں باپ کی مرضی نہ ہو اسکول بھیجنے کی اور ہمارے یہاں تو اللہ معاف کرے تعلیم ہے ہی نہیں ستر فیصد تعلیم سے محروم ہیں، نہ دنیاوی تعلیم ہے نہ دینی تعلیم ہے بلکہ افسوس ہے کہ دینی تعلیم کا ذوق بھی نہیں ہے، پھر یہاں کیا ضرورت ہے لڑکیوں کے مدرسہ کی، اور پھر وہاں تو مخلوط تعلیم ہے، لڑکے لڑکیاں ملے جلے بیٹھے ہیں، اور لڑکیاں کپڑوں سے محروم ہیں، ننگی بیٹھی ہوئی ہیں، اسکول میں بھی ریل اور بسوں میں بھی ایسے ماحول میں مسلمانوں کو رہنا اپنا ایمان بچانا بہت مشکل بہت مشکل، اللہ ہی جس کو بچائے وہ تو بچ جائے گا بظاہر مشکل ہے، اس لئے وہاں لڑکیوں کے لئے دینی مدارس کی بے پناہ ضرورت ہے اور مجبوری ہے، ایسے ماحول والے ملک میں حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لڑکیوں کے مدرسے قائم کر کے وہاں کے مسلمانوں پر بہت بڑا احسان کیا، یہ عظیم کارنامہ جو حضرت نے انجام دیا یہ عظیم دین کی خدمت بہت کم لوگوں کے حصہ میں آئی ہوگی اس زمانہ میں وہاں کے ماحول کے بارے میں ہم ہندوستانی پاکستانی لوگ جو وہاں نہیں گئے شاید سوچ بھی نہیں سکتے۔

چنانچہ ایک مرتبہ میں اپنے ایک دوست کے یہاں مدعو تھا وہاں اور بھی لوگ تھے کھانے پر، اور

ایک صاحب جو وہاں موجود تھے، ہمارے پرانے تعلق والے، تبلیغی ذہن والے، متدین متشرع وہ بھی تھے لیکن اس وقت وہ بے پناہ متفکر و پریشان خاموش بیٹھے ہوئے تھے، میں نے اپنے میزبان سے پوچھا کہ حاجی صاحب آج بہت خاموش ہیں بہت پریشان نظر آرہے ہیں کیا بات ہے، خیریت تو ہے، وہ کہنے لگے مولانا! حاجی صاحب کے لئے دعاء کیجئے میں نے کہا کیا ہوا، خیریت تو ہے؟ کہنے لگے چپکے سے کہ حاجی صاحب کی دو جوان لڑکیاں تھیں، ایک تو کچھ دن پہلے کسی گورے (انگریز) کے ساتھ بھاگ گئی، دوسری اب چلی گئی، یہ سن کر میری تو بھوک اڑ گئی اور بے پناہ غم ہوا، کھانے میں بھی مزہ نہیں آیا اور ان بیچاروں پر کیا گذری ہوگی آپ خود اندازہ لگالیں، بظاہر ان بچیوں نے اسلامی اسکول اور مدرسہ میں نہیں پڑھا ہوگا، یہ مخلوط تعلیم کا اثر ہے اور سننے کی بات یہ ہے کہ جاتے وقت اپنے علاقہ کے پولیس تھانہ میں چھوٹی لڑکی یہ کہہ کر گئی، باپ کی شکایت کر کے گئی کہ اس بڈھے کو سمجھا دو کہ یہ ہمیں پریشان نہ کرے یعنی ہمیں تلاش نہ کرے۔

چنانچہ پولیس والے اس کے باپ کو وارننگ دی کہ خبردار! اگر لڑکیوں کو تلاش کیا یا پریشان کیا۔ یعنی ان کو ڈھونڈنے تلاش کرنے سے منع کر گئی، وہ بیچارے اب کسی سے کہہ بھی نہیں سکتے خاموش ہو کر گھر میں بیٹھ گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ ہی ان کی پریشانی دور کرے ان کی مدد کرے بچیوں کو ہدایت دے، پورے ملک میں یہی حال ہے اب ایسے ماحول میں حضرت مولانا نے لڑکیوں کے دسیوں مدرسے کھول کر وہاں کے مسلمانوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے، اس ماحول کو اور پھر اس میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دینی مساعی اور ان کی کامیابی کو دیکھ کر بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مولانا محمد یوسف صاحب متالا انگلستان میں حضرت شیخ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کی زندہ کرامت تھے۔

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت کا صرف یہی ایک کارنامہ ان کو اعلیٰ علّیین میں پہنچانے کے لئے کافی ہے، اس کے علاوہ مولانا یوسف کے بے شمار کارنامے ہیں جو کتابوں میں مولانا یوسف

صاحب کے حالات میں محفوظ ہیں، یہ مدارس کا جال تو انہوں نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد انجام دیا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قائم کیا ہوا مدرسہ دارالعلوم بری جو انگلینڈ کا بلکہ پورے یورپ امریکہ کناڈا کا سب سے بڑا سب سے پہلا معیاری مدرسہ ہے جو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کیا اور مولانا یوسف نے اس کے لئے تن من دھن سب کچھ لگا دیا اور مولانا نے اس میں خود ۳۰/۳۵ سال تک قرآن وحدیث کی بہت بڑی خدمت کی بغیر تنخواہ، اور بڑے بڑے جید علماء محدث مفسر مقرر ومصنف تیار کئے جو دارالعلوم بری میں اور پوری دنیا میں دین کی بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں، خدا کا شکر اور اس کا کرم وفضل ہے کہ جامعہ مظاہرعلوم کے اکابر و مشائخ کے اخلاص، تعلق مع اللہ اور دین متین کے لئے ان کے مجاہدات وقربانیوں کا یہ فیض ہے کہ یورپ، امریکہ، کناڈا اور برطانیہ جیسے ممالک کی دین بیزار اور مخالف فضاؤں اور تند وتیز ہواؤں کے مقابلے میں ان کے جلائے ہوئے چراغ روشن ہیں اور ان کی گرمی اور روشنی سے متواتر چراغ سے چراغ روشن ہو رہے ہیں۔ اللہم زد فزد۔

حضرت مولانا کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص قسم کا دبدبہ اور رعب عطا فرمایا تھا جو دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، مجال ہے کہ کوئی چھوٹا بڑا آپ کا نام لے لے، بس حضرت کے نام سے مشہور تھے، پورا انگلینڈ آپ کو حضرت کے نام سے جانتا تھا، مولانا کی مجلس میں کبھی کبھی ہزاروں لوگ ہوتے تھے لیکن ایسے غیر معمولی ادب اور رعب سے بیٹھتے تھے کہ سانس لینے کی آواز تک نہیں آتی تھی، بے پناہ خاموشی اور سکون واطمینان محسوس ہوتا، کبھی کبھی تو ایسا محسوس ہوتا کہ کوئی مجلس میں ہے ہی نہیں بلکہ سب قبرستان میں بیٹھے ہیں، جب تک مولانا مجلس میں بیٹھے رہتے یا بیان کرتے رہتے پوری مجلس میں زبردست سناٹا چھایا رہتا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت اقدس مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ انگلینڈ تشریف لے گئے دارالعلوم بری میں پروگرام ہوا، ہزار ہزار ہا لوگ زیارت کے لئے آئے، ایک مرتبہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ہو رہی تھی مولانا یوسف صاحب بھی مجلس میں تھے وہی

زبردست خاموشی مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کیا ہوا مجلس میں کوئی نہیں ہے کیا؟ کوئی کچھ بول نہیں رہا، کوئی مسئلہ نہیں پوچھ رہا، کوئی بات نہیں کر رہا، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس تو مشہور ہے کبھی قصے سنا رہے ہیں، کبھی مسائل بتا رہے ہیں، کبھی چٹکلے چھوڑ رہے ہیں، کبھی ہنسا رہے ہیں، بڑی پر بہار مجلس ہوتی تھی، کسی نے مجلس میں سے کہا کہ حضرت (مولانا یوسف صاحب) بیٹھے ہوئے ہیں اس لئے لوگ خاموش ہیں، مفتی صاحب نے فوراً بلند آواز سے کہا کہ حضرت سے کہو کہ باہر جائیں مجلس سے اٹھ کر، حضرت کا اٹھنا تھا کہ مجلس میں بول چال شروع ہوگئی اور حضرت مفتی صاحب مسئلے مسائل بتانے میں لگ گئے، اب یہ ساری باتیں یاد آ کر رلا رہی ہیں اللہ تعالیٰ حضرت مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو ہماری طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے پس ماندگان کو سکون عطاء فرمائے، حضرت کا نعم البدل عطاء فرمائے، حضرت کے سبھی گھر والوں کو اعزہ واقارب ومتعلقین کو ہماری طرف سے تعزیت پیش ہے

ایک صاحب تو فرما رہے تھے کہ مولوی محمد (راقم سطور) سے بھی تعزیت کرنی چاہئے وہ حضرت کے ساتھ بہت رہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، ہمیں بھی ان کی طرح دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے،

کل مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین سے فارغ ہوئے اور الحمدللہ لوگوں کے منامات ومبشرات آنے لگے ایک صاحب نے دس محرم الحرام کی رات میں مقامی وقت نوبجکر پچاس منٹ پر دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس عالم بالا میں منعقد ہے اور مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سید المحدثین اور زبدۃ العارفین امام المخلصین کا تاج پہنا کر اپنی مجلس میں شریک فرما لیتے ہیں۔

ہمارے حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت جلدی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے ورنہ ان کی صحت تو بہت اچھی تھی بہت تندرست وتوانا قوت وہمت والے تھے بظاہر کوئی خاص بیماری بھی نہیں تھی، اپنی صحت کا بھی خیال رکھتے تھے چلنا پھرنا ورزش کرنا سب باتوں کا خیال رکھتے

تھے لیکن مولانا طلحہ صاحب (پیر صاحب) کی جدائی برداشت نہیں ہوئی مولانا کو پیر صاحب سے بہت غیر معمولی تعلق تھا ایسا گہرا تعلق بہت کم دیکھنے میں آیا، چار پانچ سال قبل رمضان کے مہینے میں جب پیر صاحب بہت سخت بیمار ہوئے اور پندرہ دنوں تک اسپتال میں رہے اس وقت اخیر رمضان میں آپ آخری مرتبہ سہارنپور تشریف لائے تھے صرف دودن کے لیے ان دودنوں میں ایک لمحہ کے لیے بھی پیر صاحب سے جدا نہیں ہوئے ،عید کی نماز پڑھ کر واپس تشریف لے گئے تھے، پیر صاحب جب سے بیمار ہوئے مستقل رابطہ میں رہتے تھے روزانہ فون کرتے ہر وقت پیر صاحب کی خیریت معلوم کرتے رہتے تھے اور پیر صاحب کی تشریف بری کا بہت غیر معمولی اثر طبیعت پر ہوا اور زبردست اٹیک ہوا، اناللہ وانا الیہ راجعون،گھر کے تمام افراد اور خصوصی خدام و متعلقین کا یہی اندازہ ہے کہ حضرت پیر صاحب کا حادثہ برداشت نہیں کر پائے۔

پیر صاحب کی تعزیت میں آنے ہی والے تھے سہارنپور کا پروگرام بن چکا تھا مگر اس سے پہلے کہ یہاں آتے وہیں جا کر ملے، پندرہ بیس دن کی جدائی برداشت نہ ہوئی اللہ تعالیٰ ان کو اور پیر صاحب کو ہماری طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

اللھم لاتحرمنا أجرہ ولاتفتنا بعدہ

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

ضروری اعلان

دفتر ماہنامہ مظاہرعلوم کے لئے مستقل طور پر ایک موبائل فون کا انتظام کرلیا گیا ہے جس کا نمبر 8923235542 ہے، اس نمبر پر بذریعہ واٹس ایپ بھی رابطہ کیا جاسکتا ہے، دفتر ماہنامہ سے براہ راست رابطہ کے لئے یہ نمبر نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

ان کی رحلت سے بہت محزون ہے

(پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب نوراللہ مرقدہ پر ایک تأثراتی مضمون)

واردات قلب:

من جانب الحاج شیخ محمد خالد صاحب منیار دامت برکاتہم (سورت، گجرات)

پیش نظر دلچسپ و درد انگیز مضمون پیر طریقت قدس سرہ کے معتمد خصوصی، رفیق خاص، مجاز بیعت محترم بھائی محمد خالد منیار کا تحریر کردہ ہے جو قدیم زمانہ سے ہر سال ماہ مبارک میں حضرت پیر صاحب قدس سرہ کے مُعتکَف کے اہم منتظمین میں سے ہیں، آپ سورت کے ایک مشہور و معروف خانوادہ (منیار فیملی حافظ برادرس) سے تعلق رکھتے ہیں جن کا شاندار مکان بلکہ محل ہمارے اکثر مشائخ کی قیامگاہ ہے اور خاندان کے تمام افراد پر بزرگان دین کی میزبانی کے دینی اثرات، برکات اور انوارات ہمہ وقت نمایاں رہتے ہیں، آپ کے بڑے بھائی الحاج شیخ محمود منیار گجرات کے بڑے مدارس، مختلف دینی اسلامی تحریکات وتنظیمات کے ذمہ داروں میں ہونے کے ساتھ ساتھ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی مجلس شوری کے تاحیات معزز رکن رہے، آپ کے بعد سب سے چھوٹے بھائی شیخ ابراہیم منیار ان کی نیابت فرما رہے ہیں اور ہمارے مدرسہ کی مجلس شوری کے رکن ہیں۔ اس خاندان کی دینی خدمات، ان سب کا اکابر، مشایخ اور بزرگان دین سے تعلق اور عقیدت و محبت کی تاریخ خانقاہوں سے وابستہ، راہ سلوک و معرفت کے مسافروں کے لئے اسی طرح اسوہ و نمونہ ہے جس طرح اس اہم مضمون کے مندرجات لائق اتباع اور قابل تقلید ہیں، مضمون میں درج تاریخہائے وفات بھی اپنی مثال آپ ہیں، حق تعالی سب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر حضرت پیر صاحب کو وہاں کی باغ و بہار سے مالامال فرمائے۔ آمین   مرتب ماہنامہ

بسم اللہ الشکور الوکیل الرحمٰن الرحیم	نحمد الخیر المھیمن ونصلي علی رسولہ الکریم
۱۴۴۰ھ	۲۰۱۹ء
خراج عقیدت طلحہ	دم رحلت دس ذی الحجہ چودہ سو چالیس سن ہجری
۱۴۴۰ھ	۲۰۱۹ء

آج کے دن لوگوں نے جانوروں کی قربانی دی، میں نے اپنی جان کی۔

إنا لله و إنا إليه راجعون، إن لله ما أخذ و لله ما أعطى و كل شيء عنده بأجل مسمى فلتصبر ولتحتسب. اللهم اغفر لي وله واعقبني منه عقبى حسنةً.

بے شک ہماری جانیں، ہمارا مال، ہمارے اہل وعیال اور ہماری اولاد؛ سب اللہ بزرگ و برتر کے خوش گوار عطیے اور عاریت کے طور پر سپرد کی ہوئی چیزیں ہیں، جن سے ہمیں ایک معین مدت تک فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جاتا ہے اور مقررہ وقت پر اللہ پاک ان کو واپس لے لیتا ہے، پھر ہم پر فرض عائد کیا ہے کہ جب وہ دیں ہم شکر ادا کریں اور جب وہ ان کو واپس لے لیں اور ہماری آزمائش کریں تو صبر کریں۔

زندگی کو رمضان جیسی بنالو تو موت عید جیسی ہوگی۔ یوم النحر میں وصال کہاں سب کا مقدر؟؟ نصیب سے مرنا اس طرح سے ہوتا ہے۔ انسان تو ہر گھر میں پیدا ہوتے ہیں، انسانیت کہیں کہیں جنم لیتی ہے۔

مضمون تعزیت کا لکھتے ہوئے اور خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے ایک شکوہ اور ایک شکایت کرنے کو جی چاہتا ہے، شاید کوئی یہ مضمون پڑھے اور اپنی روشِ زندگی بدل لے۔ ہم سب الحمدللہ قبر پرست نہیں ہیں، لیکن مردہ پرست ضرور ہیں، کیا معنی؟ جب تک اہل اللہ زندہ رہتے ہیں ان کی صحبت سے، ان کے ارشادات سے فائدہ نہیں اٹھاتے — الا ماشاء اللہ —، جیسے ہی وہ اللہ والا مرا؛ ہم اس کی تعریفوں کے پل باندھتے ہوئے نہیں تھکتے، مقالے لکھیں گے، جلسے کریں گے، ان کی زندگی میں ان کے عیبوں کمیوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں، فی الحال جو اساتذہ مشائخ موجود ہیں ان پر تبصرے کرتے ہیں، مثلاً : جو بات مولانا الیاس صاحبؒ میں تھی وہ مولوی یوسف میں نہیں ہے، جو بات شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ میں تھی وہ بھائی طلحہ میں نہیں وغیرہ وغیرہ۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ آپ بیتی میں تحریر فرماتے ہیں:

یوسف جو زندہ ہے اس کی قدر کرلو، ورنہ یوسف کے بعد جو آئے گا اس میں وہ خوبیاں صفات تم کو نہیں ملیں گی، اور تم کہتے پھروگے : جو بات حضرت جی مولانا یوسف رحمہ اللہ میں تھی وہ

ان میں نہیں۔اگلوں کی،اسلاف کی تعریف،محاسن بیان کرو،لیکن قدردانی زندوں کی کرو۔فقط۔

حضرت پیر جی یا پیر صاحب سے میری دوستی ۱۹۷۲ء میں ہوئی، گویا ۴۷ر سال مجھے ان کی شفقت ومحبت ملی۔ہم دونوں ایک ہی ماہ ایک ہی سال میں پیدا ہوئے،ممکن ہے عالم ارواح ہی میں ارواح مجندہ تھے۔عجیب بات: ۴۷ر سال میں نہ ان کو مجھ سے کوئی شکایت ہوئی نہ مجھے ان سے۔سفر حضر، ہندو بیرونِ ہند، حج عمرے میں کافی ساتھ رہا، وہ کثرت سے اپنے واقعات سناتے تھے۔

''میں مرکز نظام الدین نئی دہلی میں پیدا ہوا، بہت کمزور نحیف، ہمیشہ بیمار رہتا تھا، دست بہت لگ جاتے تھے،حتی کہ میں بچوں گا نہیں ایسا خیال کیا جاتا تھا۔چوں کہ بہت ساری بہنوں کے بعد تنہا نرینہ اولاد میں تھا اس لیے بہت دعائیں کی گئیں،حتی کہ شیرخوارگی کے زمانے ہی میں میرے نانا مولانا الیاس کا کہیں تبلیغی سفر تھا تو انہوں نے مرکز کے ایک پرانے مقیم جو مستجاب الدعوات تھے؛ان کو بلایا اور کہا کہ طلحہ بہت بیمار ہے، میں سفر میں جارہا ہوں، تیرا کام یہ کہ ابھی سے دعا میں لگ جا، اگر میری غیر حاضری میں طلحہ وفات پا گیا تو تیری خیر نہیں، تیری پٹائی کروں گا۔اللہ اکبر! کیا تعلق مع اللہ اور کیسے ہیرے مرکز میں اس وقت قیام پذیر تھے!! دعاؤں میں اَڑ جانے والے،خیر: میں بچ گیا۔پھر جب ذرا بڑا ہوا تو مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ صبح صبح کھڑکا کرکے اندر سے کسی کو بلاتے، میری نانی آتیں تو ان سے کہتے کہ میں نے اپنی بیٹی کو بلایا ہے تمہیں نہیں، وہ خفا ہو جاتیں اور کہتیں کہ ایسی کون سی بات ہے جو تم مجھ سے (یعنی میری نانی سے) نہیں کہہ سکتے اور بیٹی ہی کو کہوگے، پھر میری والدہ آتیں تو کہتے کہ یہ رات بھر روتا رہتا ہے اور دست آتے رہتے ہیں،تو تو اس (طلحہ) کے واسطے جاگتی رہتی ہے اور میں تجھ پر ترس کھا کر رات کو جاگتا رہتا ہوں۔معاشرت،حسنِ معاشرت کا ایسا نمونہ جو عین سنت کے طریق پر اب کہاں دیکھنے کو ملے گا۔چل؛اب یہ کرکہ طلحہ کی دودھ کی بوتل اور تھوڑے نہالچے (کپڑے کے بنے ہوئے pampers) مجھے دے اور طلحہ کو بھی، میں ظہر تک اس کا خیال رکھوں گا، تو آرام سے سوجا، پھر جب میں (طلحہ) دست کرتا تو مولانا الیاس نہالچہ بدلتے، پرانے آلودہ نہالچے کو خود ہاتھ سے کمرے کے حمام میں دھونے بیٹھتے، اتنے میں کوئی خادم (مثلاً: مولانا سعید احمد خاں مکی،

مولوی داود، میاں جی محراب) آجاتا تو وہ حضرت مولانا الیاس صاحب سے کہتا : آپ ہمیں دے دو، ہم دھو کر سکھا دیں گے، تو مولانا الیاس صاحب فرماتے : ’’نہیں جی ; میں ہی دھوؤں گا، دراصل میری نیت تو یہ کہ جب یہ بڑا ہو کر بیعت کرے گا، تبلیغ تقریر کرے گا، تعلیم کا کام کرے گا، تو ہم تو ہونے کے نہیں، اس لیے میں تو اس کی ان کوششوں اور ثواب میں اپنا حصہ لگا رہا ہوں۔‘‘ اللہ اکبر! غرض پیر صاحب فرماتے تھے کہ میرے نہالچے بڑے بڑے داعیوں نے دھوئے ہیں۔ اللہ سب کی مغفرت فرمائے اور بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین۔

پیر صاحب کی بہت ساری خوبیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ان پر صاحبزادگی کا وہم وخیال، رعونت تکبر وترفع ذرہ برابر نہیں تھا، — ذلک الفضل من اللہ —، کوئی ان کو نہ پوچھے ان کی بلا سے۔ خالد نے خود سوائے چند خلفاء شیخ الحدیث کے مثلاً : مفتی محمود صاحب، مولوی عبد الرحیم موتالا، مولوی یوسف موتالا، مولوی احسان اور چند اور کے سوا کئی خلفاء کو بھی بہت نازیبا سلوک کرتے دیکھا، لیکن واہ پیر صاحب! آپ تو مادح ذام سے بہت اونچے تھے، اور یہ سب تربیت شیخ اور حضرت شیخ کی دعاؤں اور خاص توجہات کا نتیجہ تھا جو آپ کا نمایاں وصف تھا۔ حضرت شیخ کا تو ملفوظ مشہور ہے کہ صاحبزادگی کا سور سب سے آخر میں دل سے نکلتا ہے راہِ سلوک میں، اور بڑی مشکل سے نکلتا ہے۔ اس صفت کے گواہ اب بھی سینکڑوں زندہ موجود ہیں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے اکلوتے بیٹے کی تربیت کے معاملے میں بہت کڑی نگاہ رکھتے تھے، جیسے مولانا یحییٰ مولوی زکریا کے بارے میں رکھتے تھے۔ پڑھیں اور ضرور پڑھیں آپ بیتی، کبھی کبھی تو ایسا لگتا تھا کہ تشدد ہو رہا، لیکن انسانیت اور نیابت نبی علیہ السلام کا معاملہ ہی کچھ اور تھا، یہ سکھانا آسان نہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے ہاں شام کو چائے کے وقت مشائخ عوام سب کچا گھر آتے تھے، وہاں ایک خاص چبوترہ ہے، آج بھی جہاں صرف مشائخ اور بڑے اساتذہ ہی کو جگہ ملتی اور چائے بھی۔ جس نے حضرت کا کچا گھر نہیں دیکھا اس نے کچھ نہیں دیکھا، اس گھر اور اس کی سادگی کو دیکھ کر شاہ عطاء اللہ بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ نانا جان حضور پاک ﷺ کے گھر کے بارے میں پڑھا تو تھا؛ اس کا نمونہ آج دیکھا۔ پیر صاحب مولانا طلحہ چھوٹے بچے تھے، سردیوں میں چبوترے پر جاتے تو شیخ الحدیث دیکھتے کہ کس کی گود میں بیٹھتا ہے، پیر طلحہ ایک ایک کو دیکھ کر آخر مفتی محمود حسن گنگوہی کو

پسند فرماتے، ان کی گود میں بیٹھتے، اور وہ بھی اپنی گرم چادر میں پیر صاحب کو لپیٹ لیتے۔ غرض جو شخصیت بڑے بڑے اولیاء اللہ کی نظر میں رہا ہو اور فیض یاب ہوا ہو، اس کے کیا کہنے!! جن اولیاء اللہ کی نظر ان پر پڑی ان کی فہرست طویل ہے، آپ بیتی پڑھیں اولیاء اللہ کی فہرست کے لیے۔ بڑے مزے لے کر پیر صاحب سے کوئی پوچھتا کہ کیا آپ نے مولانا الیاس صاحب کو دیکھا ہے؟ تو فرماتے کہ میں نے تو شعور سے ان کو نہیں، مگر انہوں نے مجھے ضرور دیکھا ہے۔ دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا۔ ایک عالم نے لکھا ہے کہ ''العین حق'' جب نظر بد سے ہرا بھرا درخت سوکھ کر صرف لکڑی رہ جاتا ہے، اچھا بھلا تندرست آدمی بیمار ہو جاتا ہے، حتی کہ مرجاتا ہے، تو پھر بزرگوں کی توجہات اور نظر عنایت پر شک چہ معنی؟؟

حضرت پیر صاحب بہت زیادہ زور تعلیم، تبلیغ اور تزکیہ پر دیتے تھے، تینوں کو ضروری اور ایک دوسرے کا معاون گردانتے تھے، اور بہت دکھی ہو جاتے تھے جب کوئی ایک کہتا کہ ہم ہی دین کا کام کر رہے ہیں اور باقی ضیاعِ وقت۔ مولانا الیاس صاحب کو مدرسے نے دیا، وہ کتنا ذکر کرتے تھے اور تبلیغ میں کیسی انتھک کوشش اور جان و مال کی قربانی دے کر گئے! پیر صاحب افسوس کرتے تھے کہ کتابیں لکھی گئی ہیں مگر کوئی پڑھتا نہیں، مولانا الیاس صاحب اور ان کی دینی دعوت (مولانا ابوالحسن علی ندویؒ)، تذکرہ حضرت جی (الفرقان کا خاص نمبر)، ملفوظات مولانا الیاس صاحب (مولانا منظور نعمانیؒ)۔

بزرگوں اور اسلاف کے طرز پر تبلیغ کا کام ہو اس کے لیے پیر صاحب نے ایک ''تبلیغی تھیلی'' کے نام سے ایک تھیلی چلائی تھی، جس میں یہ کتابیں اور حضرت جی مولانا یوسف صاحب کا اہم بیان اور مولانا سعید احمد خاں صاحب کے چند خطوط اور نصائح، غرض پانچ چھ کتابیں اس میں رکھ کر بے روزگار لوگوں کو ترغیب دیتے تھے، ایک تھیلی ۱۵۰ر روپے، ۵ر تھیلی ۱۲۵ر روپے فی کس، ۱۰ر تھیلی لو تو ۱۰۰ر فی کس روپے، لے جاؤ اور گھر گھر، مسجد مسجد اس کو ۱۵۰ر روپے میں بیچو، اس طرح نفع کماؤ۔ یعنی اصل قیمت پانچ چھ کتابیں ۱۵۰ر روپے کی بنتی تھی، لیکن اپنی طرف سے پیسے لگا کر صحیح تبلیغ کا کام چلے اس کی ترویج۔ پیر صاحب کا آبائی کتب خانہ مولانا یحییٰ

صاحبؒ کا قائم کردہ جو آج بھی چل رہا ہے، کتب خانہ یحیوی سہارن پور، لیکن آپ کی تجارت دنیوی نفع کے لیے نہیں تھی، بلکہ کتب خانہ یحیوی کتب خانۂ آخرت تھی، ہدیے کے طور پر سینکڑوں کتابیں بانٹتے تھے، چاہتے تھے کہ مسلمان پڑھیں اور فائدہ اٹھائیں۔

مدرسوں کے طالب علموں کی تربیت کی بڑی فکر تھی، پڑھنے کے بعد پڑھانے پر بہت زور دیتے تھے، مکاتب قرآنی کے قیام پر بہت کام کیا، طلباء کی ظاہری شکل وصورت، لباس، ڈاڑھی ؛ سب شریعت کے مطابق ہو، انگریزی بال نہ رکھیں، مسلمان ٹوپی پہنیں، اسی طرح طلبہ فارغ ہونے کے بعد بیعت ہو کر کسی اللہ والے سے تعلق قائم کریں اور باطنی اصلاح کی فکر کریں۔

خود حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ:

میں تجھے (طلحہ) مدرسہ کاشف العلوم دلی مرکز پڑھنے سے زیادہ یوسف کی صحبت وتربیت کے واسطے بھیج رہا ہوں، (۶/سال پیر صاحب حضرت جی مولانا یوسف صاحب کی نگرانی میں روحانی اور باطنی طاقت کے لیے رہے) صرف پڑھانا مقصود ہوتا تو سہارن پور ہی میں تجھے رکھتا۔

اخلاص وللّٰہیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، کسی سے ناراض ہوتے تو آدھا گھنٹہ یا ایک گھنٹہ، پھر جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا، اور پھر ایسا تعامل فرماتے کہ وہ گرویدہ ہو جاتا، اس کا دل جیت لیتے۔ بیان فرماتے تو دن میں اگر پانچ یا سات مرتبہ وہی بیان زیر زبر کے فرق کے بغیر، میں چوں کہ ساتوں میں حاضر ہوتا اور بہت سارے دوسرے لوگ بھی ہوتے، سب سمجھتے کہ اللہ کا منادی ہے جو پانچ وقت اذان دے رہا ہے اخلاص سے۔ میرا اپنا حال یہ ہوتا کہ سوچتا کہ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو ساتوں جگہ الگ الگ انداز بیاں اختیار کر کے لوگوں پر اپنی چھاپ بٹھاتا۔ اے اللہ! ہمیں بھی اخلاص کو کوئی شمہ، کوئی ذرہ عطا فرما۔

سخاوت کا معاملہ تو عجیب ہی تھا، قرض لے کر بھی کسی مسلمان کی ضرورت پوری ہو تو مقروض ہونے سے بھی دریغ نہیں تھا۔ کچے گھر میں جو بھی مہمان آئے، چاہے بے وقت ہی کیوں نہ آیا ہو، تھوڑی سے ڈانٹ ڈپٹ کے بعد __ "یہ کوئی آنے کا وقت ہے، بغیر اطلاع

کے ٹپک پڑے ـــ"، پھر پیرانی صاحبہ کواندر پیام جاتا کہ ٹپکے کے مہمان اتنے آئے ہیں، اور پانچ دس منٹ میں کھانا حاضر۔ بعض مرتبہ کوئی بغیر کھانا کھائے جانا چاہتا تو باقاعدہ لڑائی، مہمان رخصتی مصافحہ کرنا چاہے تو انکار، غرض ـــ" أفشوا السلام، أطعموا الطعام ـــ" پر پورا پورا عمل.※ بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

دنیائے دنی سے اتنی دوری کہ ہوائی جہاز سے کہاں جارہے ہیں؟ پوچھا جائے تو جواب اس سوال کا : "میرا رفیق جواب دے گا ـــ"۔ ساری دنیا کے ملک میرے اللہ کے ملک ہیں۔ گھر سادہ، کپڑے سادے، کھانا سادہ، ہر چیز سادہ، ٹیپ ٹاپ، شوبازی دور دور تک نہیں۔ گاؤں والے بھینسا گاڑی پر گھاس پھوس ڈال کر ۲ر تکیے دے دیں یا لندن والے مرسیڈیز، لیکسس (Lexus) یا بی-ایم-ڈبلیو لاویں؛ ہم وہ نہیں جو مرعوب ومتأثر ہوجائیں۔ سفر طے ہونا چاہیے، منزل پر پہنچنا ہے۔ مال کا حساب فرشتے پوچھیں گے تو جواب ہوگا : اللہ کا دیا ہوا مال اللہ کے راستے میں مہمانوں پر، بھوکے پیاسوں پر، ضرورت مندوں پر خرچ کر کے آ گیا ہوں، ـــ" مال میں نفع یا مال میں نقصان ـــ" اس اصطلاح سے بندہ واقف نہیں ہے، تھوڑا بہت مال اپنی اپنے گھر والوں کی ضروریات پر بھی خرچ کرلیا کرتا تھا، نہ کپڑا بازار کبھی گیا، نہ کچھ سلوایا، نہ تعمیرات کا شوق، نہ کوئی جائیداد خریدی یا بیچی۔

قلندر تھے، برسوں پہلے آنے والے فتنوں کو بتاتے۔ میرا کاغذ بنانے کا مِل (کارخانہ) تھا، آپ نوے کی دہائی میں آفس میں تشریف لائے، ہم نے حساب کتاب اکاؤنٹس سہولت سے ہوجائے اس کے لیے کمپیوٹر نیا نیا لیا تھا، مانیٹر جو ٹیلی ویژن کے مشابہ ہوتا ہے دیکھتے ہی خفا ہو گئے، ـــ" ٹی وی، وی-سی-آر تو نے لگایا ہے ـــ"، حضرت! یہ ٹی وی نہیں ہے، اس پر حساب کتاب کے ہندسے دکھائی دیتے ہیں، ـــ" تو مجھے لاکھ مرتبہ سمجھا؛ میں نہیں ماننے کا، تیری آفس میں بھی قدم نہیں رکھوں گا، یہ ٹی وی ہے، یہ ٹی وی ہے، یہ ٹی وی ہے ـــ"۔ اس وقت تک کمپیوٹر صرف حساب کتاب کے لیے تھا۔ بڑی مشکل سے

منت سماجت کر کے آفس میں لائے تو مانیٹر کی طرف پورا وقت پیٹھ کر کے بیٹھے رہے۔ ۱۰ر سال بھی نہیں گذرے تھے کہ شیطان کے چیلوں اور دجال کے چیلوں نے اسی کمپیوٹر مانیٹر میں ایک زائد کارڈ لگادیا، اب جو (TV Channel) آپ دیکھنا چاہیں حاضر ہے۔ انگریزی بالوں پر، فیشن پرستی اور انگریزیت، چھوٹے چھوٹے بچوں کے بے ہودہ قسم کے غیر اسلامی کپڑوں پر برسوں پہلے نکیر فرمائی تھی، آج ساری حقیقتیں ہیں، کسی روشنی، مصنوعی روشنی کی ضرورت نہیں، سورج نکل چکا ہے، سب صاف دیکھ لو۔ بس اب تک غنیمت یہ ہے کہ مشرق سے نکلا ہے مغرب سے نہیں۔

پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا: ہم پیر صاحب کو ماموں اور پیرانی کو ممانی بھی کہتے تھے، پیر صاحب کے درجنوں بھانجے بھانجیاں ہیں، سب کے ماموں، جگت ماموں۔ غرض ممانی رحمہا اللہ تعالیٰ سوا سال پہلے امراض کی وجہ سے بہت تکلیفیں اٹھا کر، ڈاکٹروں کا تختۂ مشق بن کر جنت نشین ہوگئیں۔ وقت کی رابعہ بصریہ تھیں، ان کے اوصاف لکھنے کے لیے مستقل الگ سے سوانح لکھنی پڑے گی، صابرہ شاکرہ عابدہ زاہدہ، اللہ، اللہ کے رسول ﷺ ، مدینہ منورہ کی محبت میں گلے تک ڈوبی ہوئی، پیر صاحب کی بہت خیال رکھنے والی فکرمند، لیکن اللہ کی مرضی: دونوں کی اولاد نہیں ہوئی، نہ بیٹا نہ بیٹی، اللہ کے بھید اللہ ہی جانے۔ جب پیر صاحب کی عمر ۴۵ یا ۵۰ رسال تھی، ایک تجویز آئی کہ اولاد کے لیے پیر صاحب نکاحِ ثانی کرلیں، تاکہ حضرت شیخؒ کی مبارک نسل (اولاد نرینہ) کا سلسلہ قائم و دائم رہے، جب پیر صاحب نے سنا تو بالکل انکار کردیا کہ حجن غم کے مارے مرجائے گی۔ ممانی کی طرف سے پوری اجازت کہ دین کے کام کے لیے امریکہ جاؤ، یورپ جاؤ، ہندوستان میں جہاں جانا ہو جاؤ، پوری اجازت ہے بغیر کسی شرط کے یا قید کے، لیکن پیر پیرانی میں ایک معاہدہ تھا کہ مکہ مدینہ جب بھی جائیں گے ساتھ جائیں گے، اکٹھے جائیں گے، ”خیرکم خیرکم لأہلہ ـــ“، نہ یہ پہلو کہ "الرجال قوامون" کے سہارے بیویوں پر ظلم۔ پیر صاحب ممانی کے انتقال کے بعد اندر سے ٹوٹ چکے تھے، اور آخر سوا سال بعد دونوں جنت میں ساتھ ساتھ

ہوں گے ان شاء اللہ۔

ہونٹوں کی ہنسی کو نہ سمجھ حقیقت زندگی
دل میں اتر کے دیکھ! کتنے ٹوٹے ہوئے ہیں ہم

اس صفت کو آپ چاہے میری خوش اعتقادی پر محمول کرلیں، لیکن میرا سالہا سال کا تجربہ ہے کہ مجھے کسی بھی لائن کی کوئی مشکل یا الجھن پیش آئی، میں نے کاغذ قلم اٹھایا، دعا کے لیے خط لکھ کر درخواست کی اور خط پوسٹ کیا، اگلی صبح جب کہ ممکن ہے میرا خط ڈاک خانے ہی میں ہو؛ میرا مسئلہ آسان ہونا شروع ہوگیا اور حل چند دنوں میں ہوگیا۔ میرے نزدیک پیر صاحب مستجاب الدعوات تھے۔

ہائے! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کا ایک سپاہی اور وفادار رفیق اعلیٰ سے جاملا، اللہ کے اس ولی کے لیے دعا کرنا اس کا نہیں؛ اپنا مرتبہ بڑھانا ہے، کل تک جو ”مدظلہ العالی“ اور ”دامت برکاتہم“ تھا؛ اب ”نوراللہ مرقدہٗ، رحمہ اللہ، قدس سرہ“ لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے، حیرت اس پر نہیں کہ یہ نعمت عظمیٰ اپنے وقت پر واپس لے لی گئی، حیرت اس پر ہے کہ اتنے دنوں ہم میں کیسے رہی، سچ تو یہ ہے کہ اب سورج ڈوب گیا۔ اللہ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے، تا آں کہ ہم سب اپنے مالک مولیٰ کے حضور میں اس مقبول بندے کے طفیل و واسطے سے ایمان کی سلامتی کے ساتھ پہونچ جائیں۔

تاب لاتے ہی بنے گی غالب	واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

آہ کہ طبیبوں اور ڈاکٹروں کی اٹکل پر قائم کی ہوئی امیدوں کی بنیاد کیسی ریت پر نکلی۔

ہیں اور بھی دنیا میں مرشد بہت اچھے
کہتے ہیں کہ طلحہ کا تھا، انداز ہی کچھ اور
دیر وحرم میں روشنی شمس وقمر سے ہو تو کیا
مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں

تجھ سا نہ دیکھا، تجھ سا نہ پایا
اتّر دکھن پورب پچھّم

حسن خاتمہ کا آخری دنوں، آخری چند مہینوں کا حال۔ بدفالی ممنوع ہے؛لیکن خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم تفاؤل خیر کو پسند فرماتے تھے، بدفالی نہ لیتے لیکن نیک سگون لیا کرتے تھے، اسی لیے آپصلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کہ نیک فالی مجھے پسند ہے۔ اور نیک فالی اچھے لفظ سے لی جاتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت کی وجہ سے نکلتے (مثلاً غزوہ وغیرہ میں) تو ”راشد“ یا ”نجیح“ کی آواز پسند فرماتے۔ آپصلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن دودھ دوہنے کے لیے پوچھا کہ کون دوہے گا؟ ایک صحابیؓ نے کہا: میں، اور میرا نام ”مُرّہ“ ہے، آپصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹھ جاؤ، پھر کسی دوسرے صحابی نے عرض کیا: میں، میرا نام ”جمرہ“ ہے، آپصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹھ جاؤ، پھر کسی دوسرے نے کہا: میں دوہوں گا، اور میرا نام ”یعیش“ ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا: جاؤ، دوہو! (یعیش کے معنی خوسگواری، اچھائی کے ہیں) گویا اب اس فعل میں اچھائی ہوگی۔ آپصلی اللہ علیہ وسلم غزوہ ودان کے لیے تشریف لے جارہے تھے، ایک شخص کی زبان سے ”سبز شادابی“ نکلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سگون خیر لیتے ہوئے فرمایا: ہاں! میں اس کا طالب ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوے میں تشریف لے گئے، قتال کی نوبت نہ آئی اور کفار نے سرسبز وشاداب علاقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کردیا۔

پیر صاحب رحمہ اللہ کے لیے نیک فالی یہ کہ آپ نے تقریباً آخری دس مہینوں سے خاموشی اختیار کرلی تھی، حجاز مقدس ہی سے جب فالج کا حملہ ہوا تھا تب سے آخر تک زبان پر فالج کے اثرات آخر تک رہے ”من صمت نجا“۔ بندے نے اسپتال میں جب آپ کو ہوش آیا اور آنکھیں کھولیں تو اپنے کان ان کے ہونٹوں کے بالکل قریب کیے تو بہت ہی ہلکی آواز آرہی تھی: ”اللہ، اللہ، اللہ، اللہ“۔ آخری دنوں میں ایک دن خادم مولوی یوسف اسلام پوری کے فرزند مولوی اویس نے پوچھا کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے، نماز پڑھیں گے، تو سر کے اشارے سے ہاں کہا، اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے لیے

بیدار مغز تھے، پھر اویس نے کہا : پڑھیے ''قل ہواللہ احد''، تو آپ نے ایسی آواز سے پوری سورۂ اخلاص پڑھی کہ اس کو اویس نے ریکارڈ (audio) کر لی جو محفوظ ہے۔

آپ کی موت پیر کے دن ہوئی جس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت ہوگئی۔ حوروں نے کہا ہوگا۔ ؎ پیر کے دن خُلد میں پیر آ گئے۔

پھر موت کا دن بھی یوم النحر (۱۰؍ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ)، اس دن عید اصلی ملاقات محبوب حقیقی میسر ہوئی۔ ''؎ جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔'' کہہ کر اپنی جان قربان کر دی ہوگی۔ غفر اللہ له و أسكنه فسيح جناتك يا رب.

حضرت پیر صاحب کو مدینہ منورہ سے بہت لگاؤ تھا، اسی لیے کئی مبشرات ایسے دیکھے گئے کہ حضرت مدینہ میں ہیں یا وہاں جا رہے ہیں۔ بندے نے بھی پیر صاحب کو مدینہ پاک مواجہ شریف کے سامنے لیٹے ہوئے دیکھا، پیر صاحب کی بہن نے بھی دیکھا اور پوچھا کہ کہاں جا رہے ہیں؟ تو فرمایا : مدینہ منورہ — علی صاحبہا ألف ألف تحیۃ وسلام —۔

بہت سے اللہ والوں کو ہم مرنے والوں میں شمار کرتے ہیں حالانکہ وہ یوں کہتے ہیں۔ ؎

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

موت التقي حياة لا نفاد لها
قد مات قوم وهم في الناس أحياء

تاریخ وفات کی فکر و جستجو کی تو ہاتف غیبی نے اس قدر بھرمار کی کہ بس۔ مثال کے طور پر چند پیش خدمت ہیں۔

جانشین شیخ : طلحہ متقی		سادگی سے پُر تھی جن کی زندگی
ان کی رحلت سے بہت محزون ہے		ان کا مسترشد یہ خالد سورتی
قطعہ تاریخ رحلت کے لیے		ہاتف غیبی نے یہ آواز دی

’’جا‘‘ ملا کے پڑھ دے ان کی شان میں		تیسویں پارے کی آیت فادخلی

"فادخلی فی عبدی وادخلی جنتی" (۲۰۱۵ء)۔"جا" (۴)۔

زندگی پیر طلحہ کی خورشید ہے	۞	اور ان کا عمل درس توحید ہے
پیر جی اپنے مولیٰ سے ملنے چلے	۞	دن مبارک ملاقات کا عید ہے
یوں فروزاں ہے سینے میں یاد آپ کی	۞	جلوہ گر جس طرح کوئی ناہید ہے
خالد ان کی ہدایات پر ہو عمل	۞	کامیابی کی رہ ان کی تقلید ہے

فادخلی فی عبدی فلاحِ حیات	وادخلی جنتی نورامید ہے
۱۴۴۰ھ	۱۴۴۰ھ
زہے قسمت سلام قولا من رب رحیم	خراجِ محبت وعقیدت ولی صالح
۱۴۴۰ھ	۲۰۱۹ء
مژدہ وصال، کلمہ حق، إن المتقین فی مقام امین	اکمل بشریٰ إن رحمة الله قریب من المحسنین
۱۴۴۰ھ	۲۰۱۹ء
بشریٰ صالحہ عجیبہ الا انَّ اولیاء الله لا خوف علیهم ولا هم یحزنون	
۲۰۱۹ء	
فرمانِ مولا فان الله لا یضیع اجر المحسنین	وعدہ پاک ان اصحاب الجنة الیوم فی شغل فاکهون
۲۰۱۹ء	۲۰۱۹ء
انا لله وانا الیه راجعون یا منان اغفر له	دل فریب مژدۂ وصال ادخلوها بسلام آمنین
۲۰۱۹ء	۱۴۴۰ھ
سال وفات از دل مجروح ومحزون عاجز احقر خالد	وصال پیر حضرت مولانا محمد طلحہ
۲۰۱۹ء	۲۰۱۹ء

مکتوب تعزیت

بروفات حضرت مولانا محمد یوسف متالا رحمۃ اللہ علیہ

ازقلم : سید محمد شاہد غفرلہ
امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

مخدوم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ نے اپنے علمی اور خانقاہی نظام کو پورے عالم میں متحرک اور قائم رکھنے کے لئے علماء اور خواص کی جو ایک منتخب جماعت تیار کی تھی ان میں سے بہت سے حضرات دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے درمیان سے رخصت ہو گئے ہیں۔

چنانچہ حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی، حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی، حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات مدنی، حضرت مولانا عبدالرحیم متالا اور ابھی حال ہی میں صرف ایک ماہ قبل صاحبزادہ حضرت مولانا طلحہ کاندھلوی بھی رحلت فرما کر عالم آخرت کو سدھار گئے۔ابھی تک ان تمام حوادث اور آلام کی کسک اور حزن وملال کی کیفیت دل ودماغ سے کچھ کم نہیں ہوئی تھی اور افق عالم پر ان کے اثرات کی سیاہی مضمحل نہیں ہو پائی تھی کہ دفعتاً حضرت مولانا محمد یوسف متالا کے حادثۂ وفات کی خبر نے دلوں کو دہلا دیا، خاص کر حضرت شیخ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے وہ منتسبین ومتعلقین جو حضرتؒ کے علمی، عملی، دعوتی، تبلیغی، اصلاحی اور احسانی افکار ونظریات کو مختلف جہات اور حیثیتوں سے دنیا میں پہونچانے اور عوام وخواص کو اس سے واقف کرانے کی جدوجہد اور کوشش میں مصروف ہیں اور جن میں اللہ جل شانہ کے فضل وکرم اور ان کے بے پایاں احسانات وانعامات کی وجہ سے یہ حقیر راقم سطور بھی شامل ہے اور اسی وجہ سے آج تک راقم سطور کے قلم سے حضرت شیخؒ کی حیات مبارکہ کے مختلف پہلوؤں پر بیس سے زائد کتابیں وجود میں آچکیں اور درجن سے زاید حضرتؒ کی غیر مطبوعہ تالیف وتصنیفات جو مخطوطہ کی شکل میں محفوظ تھیں شائع ہو چکیں ہیں، مولانا متالا مرحوم اپنی

نوجوانی کی حالت میں جبکہ ان کی عمر ۱۹ سال کی تھی مخدومنا حضرتؒ کی خدمت میں سہارنپور پہنچے ان کی گجرات سے یہ آمد تعلیمِ ظاہری اور تعلیمِ باطنی کے حصول کے لئے تھی۔

چنانچہ ۱۳۸۵ھ میں وہ تعلیمِ ظاہری کی تحصیل کے لئے جامعہ مظاہرعلوم میں داخل ہوئے اور جلالین ومشکوٰۃ شریف پڑھ کر دورۂ حدیث شریف میں بخاری شریف مکمل اپنے پیرومرشد حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی سے پڑھی اوراسی زمانہ میں تعلیمِ باطنی کی تکمیل کے لئے خانقاہِ خلیلیہ سہارنپور میں حضرت شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت وارادت کا رشتہ استوار کیا حضرتؒ نے بڑی شفقت ومحبت کے ساتھ آپ کی تربیت فرمائی اور مولانا مرحوم نے بھی حضرتؒ کی توجہات قلبیہ وروحانیہ کو اپنے اندر ایسا جذب کیا کہ محب اور محبوب اور من تو شدم تو من شدی کا دلنواز منظر ساری دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، مولانا مرحوم کو حضرت شیخؒ سے جس عشق ومحبت کی بلندو بالا کیفیات حاصل تھیں وہ بڑی وسعت بڑی گہرائی اور بڑی آفاقیت کے ساتھ قال سے حال بنتی ڈھلتی چلی گئی تھی اور پھر ایک وقت وہ آیا کہ رمضان ۱۳۸۹ھ میں آپ کو حضرتؒ نے اجازت بیعت وخلافت مرحمت فرمائی اس وقت طالب اور مطلوب دونوں مدینۃ الرسول میں مقیم تھے۔

مولانا متالا مرحوم تربیتِ باطنی کے سلسلہ میں سالہاسال حضرت شیخؒ کی خدمت میں سہارنپور گذار کر ذکروفکر میں مشغول رہے، متعدد رمضان مبارک سہارنپور میں گذارے اور سلوک واحسان کی وادیوں میں سیر اجمالی نہیں بلکہ سیر تفصیلی کی تھی، یہ سب کو معلوم ہے حضرت شیخؒ ماہ مبارک کے انتہائی نورانی اور قیمتی لمحات میں اگرایک جانب خالق کی یاد اور دھیان میں مشغول رہتے تھے تو دوسری طرف مخلوقِ خدا پر بھی اپنی پوری پوری نگرانی اور توجہ فرماتے۔

چنانچہ مولانا متالا مرحوم بھی چوبیس گھنٹے حضرت شیخؒ کی نگرانی اور تربیت میں رہتے تھے، ماہ مبارک کی مختلف اوقات کی نمازوں میں آپ سے امامت بھی کراتے ۱۳۹۰ھ کے ماہ مبارک میں پورے ماہ نمازِ فجر کی امامت بھی اسی روحانی اور احسانی سلسلہ کی ایک کڑی تھی، پھر مدینہ منورہ کے متعدد ومتفرق رمضان المبارک میں بھی آپ کی پوری پوری معیت ورفاقت رہی، اور وہیں کے قیام

رمضان ۱۳۷۹ھ میں آپ کو اجازت بیعت وخلافت مرحمت فرمائی گئی تھی، اور پھر آپ کی حیات مستعار میں وہ مبارک وزریں لمحات آئے جب آپ نے اپنے شیخ ومرشد کے تعمیل ارشاد میں اپنا گھر بار چھوڑا، اپنے عزیز واقارب دوست اور احباب کو الوداعی سلام کر کے علم نبوت، عمل نبوت اور نور نبوت کی ترویج واشاعت کے لئے اپنا بوریہ بستر باندھ کر انگلینڈ پہونچ گئے اور وہاں دار العلوم العربیہ الاسلامیہ کے نام سے انگلینڈ کے مشہور شہر مانچیسٹر کے قریب بَرِی شہر میں ایک عظیم الشان علمی، دینی اور تہذیبی وثقافتی اقدار پر مشتمل جامعہ قائم کیا چونکہ اس جامعہ کے پس پشت حضرت شیخؒ کی روحانیت بھر پور طور پر کام کر رہی تھی اور مولانا متالا مرحوم نے اپنے خون جگر سے اس کو سینچا تھا اس لئے بہت مختصر عرصہ میں اس کو شہرت، رفعت اور اعتماد واعتبار حاصل ہوتا چلا گیا اور خدا معلوم عرب اور یورپ وافریقہ کے کتنے ہی متلاشیانِ حق نے اپنے نونہالوں اور دل کے ٹکڑوں کو اس ادارہ میں قال اللہ وقال الرسول کی تعلیم کے لئے بھیج دیا واقفین احوال کا کہنا ہے کہ اسپین میں مسلمانوں کی حکومت کے زوال کے بعد یورپ میں پہلا ادارہ ہے جو خالص قرآن وسنت کی بنیاد پر وجود میں آنے کے بعد کتنے ہی مقامات پر اس ادارہ نے اپنی شاخیں اور یہاں کے فارغین نے کتنے ہی مدارس اپنے اپنے علاقوں میں قائم کر لئے۔

چنانچہ پرتگال، کناڈا وغیرہ میں بہت سے ادارے مولانا مرحوم کے قائم کردہ نہج اور منہج پر علوم دینیہ وقرآنیہ کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ دعا اور تمنا ہے کہ حضرت حق جل مجدہ حضرت مرحوم کی اولاد در اولاد میں ہر طرح کی خیر وبرکت اور ظاہری وباطنی نعمتیں مرحمت فرمائے اور ان کے قائم کردہ تمام اسلامی شعائر اور علمی آثار کی پوری پوری حفاظت فرمائے۔

یہ احقر اپنی اس تحریر کے ذریعہ مولانا مرحوم کے تمام صاحبزادگان اور ان کے داماد مولانا جنید کو دلی تعزیت پیش کرتا ہے۔ والسلام

بندہ محمد شاہد غفرلہ

امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

۱۲؍محرم الحرام ۱۴۴۱ھ/ ۱۲؍ستمبر ۲۰۱۹ء

فتاوی

انتخاب وترتیب: عبداالہ خالدقاسمی خیرآبادی

والدین کے لیے بچوں کے ہدایا استعمال کرنے کا حکم

واضح رہے کہ ختنہ وغیرہ کی تقریبات میں چھوٹے بچوں کو جو کچھ دیا جاتا ہے اس سے خاص اُس بچہ کو دینا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ ماں، باپ کو دینا مقصود ہوتا ہے، اس لیے وہ سب ہدیہ بچہ کی ملک نہیں، بلکہ ماں، باپ اس کے مالک ہیں، جو چاہے کریں، البتہ اگر کوئی شخص خاص بچہ ہی کو کوئی چیز دے، تو پھر وہی بچہ اس کا مالک ہے، اگر بچہ سمجھ دار ہے، تو خود اس کا قبضہ کرلینا کافی ہوگا، پس جب قبضہ کرلیا، تو مالک ہو گیا، اور اگر بچہ قبضہ نہ کرے یا قبضہ کرنے کے لائق نہ ہو تو اگر باپ ہو، تو اس کے قبضہ کر لینے سے بچہ مالک ہو جائے گا اور اگر باپ نہ ہو، تو دادا کے قبضہ کر لینے سے مالک ہو جائے گا اور اگر باپ، دادا موجود نہ ہوں، تو وہ بچہ جس کی پرورش میں ہے اس کو قبضہ کرنا چاہیے اور باپ دادا کے ہوتے ہوئے ماں، نانی، دادی وغیرہ اور کسی کا قبضہ کرنا معتبر نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ والدین بچہ کے مال میں کیا کیا تصرف کر سکتے ہیں؟ تو جو چیز نابالغ کی ملک میں ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اسے بچے ہی کے کام میں لانا چاہیے، کسی کو اپنے کام میں لانا جائز نہیں، خود ماں، باپ بھی اپنے کام میں نہ لائیں، نہ اور کسی بچہ کے کام میں لائیں، جس طرح خود بچہ اپنی چیز کسی کو دے نہیں سکتا اسی طرح باپ کو بھی نابالغ اولاد کی چیز کسی کو دینے کا اختیار نہیں، اگر ماں، باپ بچہ کی چیز کسی کو بالکل دے دیں یا ذرا دیر یا کچھ دن کے لیے دے دیں تو اس کا لینا

درست نہیں، البتہ اگر ماں باپ کو شدید ضرورت ہو اور وہ چیز کہیں اور سے ان کو نہ مل سکے، تو مجبوری اور لاچاری کے وقت اپنی اولاد کی چیز لے لینا درست ہے اور ماں، باپ وغیرہ کو بچہ کا مال کسی کو قرض کے طور پر دینا بھی صحیح نہیں، بلکہ خود قرض لینا بھی صحیح نہیں۔

شوہر اور بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق

بیوی کے حقوق شوہر پر مندرجہ ذیل ہیں:

بیوی کے لیے نان ونفقہ اور رہائش مہیا کرنا، مہر ادا کرنا، اچھے اخلاق کا برتاؤ کرنا، بلاوجہ نہ مارنا، چہرے پر نہ مارنا، اس کے ساتھ خوش طبعی کرنا، اس کے بشری تقاضوں کا خیال رکھنا اور ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان عدل وانصاف کو قائم رکھنا۔

شوہر کے حقوق بیوی پر مندرجہ ذیل ہیں:

جائز امور میں شوہر کی بات ماننا، اس کی غیر موجودگی میں اس کے مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرنا، اچھے اخلاق اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا، اس کی اجازت بغیر اس کے مال میں سے صدقہ نہ کرنا، جس کو شوہر ناپسند کرتا ہو ان کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دینا، شوہر کے لیے زیب وزینت اختیار کرنا، رہائش وغیرہ کے حوالے سے شوہر کی رائے کو ماننا، شوہر جب بشری تقاضے کا مطالبہ کرے تو بلا عذر انکار نہ کرنا اور شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھنا۔

کفارہ قسم

۱— دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھلائے۔

۲— دس مسکینوں میں سے ہر ایک کو درمیانے درجے کا ایک ایک جوڑا دے۔

۳— دس مسکینوں میں سے ہر ایک کو صدقہ فطر کی مقدار کے برابر قیمت ادا کی جائے۔

اگر ان سب کاموں سے عاجز آگیا تو پھر تین دن مسلسل روزہ رکھے، بشرطیکہ روزے سے فراغت تک عجز باقی رہے۔